ماہنامہ خواتین

شوال المکرم / ذوالقعدۃ الحرام 1445ھ مئی 2024ء

ماہنامہ

خواتین

جلد:03

شمارہ:05



ویب ایڈیشن

سُوجن کا روحانی علاج

اگر بدن پر کہیں وَرَم یعنی **سوجن** ہو گئی ہو تو

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ"

67 بار لکھ (یا لکھوا) کر اپنے پاس رکھئے

یا تعویذ بنا کر پہن لیجئے اِنْ شَآءَاللّٰہ وَرَم دُور

ہو جائے گا۔ (بیمار عابد، ص37)

نیک رشتہ ملنے کیلئے

جن لڑکیوں کی شادی نہ ہوتی ہو یا منگنی ہو کر ٹوٹ جاتی ہو

نمازِ فجر کے بعد

یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

312 بار پڑھ کر اپنے لئے نیک رشتہ ملنے کی دعا کریں،

اِنْ شَآءَاللّٰہ جلد شادی ہو اور خاوند بھی نیک ملے۔

(مینڈک سوار بچھو، ص23)



تِلّی کی بیماری کا روحانی علاج

سورۂ رحمٰن

اس سورہ کو لکھ کر اور دھو کر

طُحال (تلّی کی بیماری) کے مریض کو

پلانا بہت مفید ہے۔

(مدنی پنج سورہ، ص95)



اپنڈکس کا روحانی علاج

آیۃُ الکُرسی 11 بار اور یَاعَظِیْمُ 7 بار (اوّل آخر تین بار دُرُود شریف) پڑھ کر ایک چٹکی نمک پر دَم کر کے اس کو پانی میں ڈال کر پی لیجئے۔ یہ عمل دن میں تین بار کیجئے۔ اِن شَآءَاللّٰہ اپنڈکس ختم ہو جائے گا۔ (بیمار عابد، ص43)

فہرست

حمد و نعت	مناجات و نعت	2
پیغام بنتِ عطار	63 نیک اعمال (نیک عمل نمبر 19)	3
تفسیرِ قرآنِ کریم	اولاد کو قتل کرنے کی مذمت	5
شرحِ حدیث	جادو اور اس کی حقیقت (قسط 2)	7
ایمانیات	حشر کے دن سایۂ عرش پانے والے (قسط 23)	11
فیضانِ سیرتِ نبوی	حضور کے دودھ پینے کی عمر کے واقعات (قسط 9)	13
	حضور کی بچوں پر شفقت	15
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح سلامِ رضا	19
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	مدنی مذاکرہ	21
اسلام اور عورت	بیٹیوں کو آدابِ زندگی سکھائیں	23
شرعی رہنمائی	اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل	25
ازواجِ انبیا	ام المومنین حضرت سودہ (تیسری و آخری قسط)	26
بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات	اللہ پاک کی ذات پر بھروسا	28
رسم و رواج	شادی کی تاریخ رکھنا	29
اخلاقیات	عشقِ حقیقی	33
	عشقِ مجازی	35
نئی لکھاری	تحریری مقابلہ	37
مدنی خبریں	شعبہ دعوتِ اسلامی کے شب و روز	39

چیف ایڈیٹر: مولانا ابو الابصار قادری عطاری | سینئر معاون: مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی | ڈیزائنر: ابو ازلان عطاری

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:

mahnamahkhawateen@dawateislami.net

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین اسلامک ریسرچ سینٹر (المدینۃ العلمیۃ) دعوتِ اسلامی



مُناجات

اللہ مجھے عالمۂ دین بنادے

اللہ مجھے عالمۂ دین بنادے
قراٰن کے احکام پہ بھی مجھ کو چلادے
فلموں سے ڈراموں سے عطا کردے تو نفرت
بس شوق مجھے نعت و تلاوت کا خدا دے
اوقات کے اندر ہی پڑھوں ساری نمازیں
اللہ!عبادت میں مرے دل کو لگادے
سنت کے مطابق میں ہر اک کام کروں کاش
تو پیکرِ سنّت مجھے اللہ بنادے
میں جھوٹ نہ بولوں کبھی گالی نہ نکالوں
اللہ مرض سے تو گناہوں کے شفا دے
اخلاق ہوں اچھّے مرا کردار ہو ستھرا
محبوب کا صدقہ تو مجھے نیک بنادے
استانی ہوں، ماں باپ ہوں، عطّار بھی ہو ساتھ
یوں حج کو چلیں اور مدینہ بھی دکھادے

از: امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ

وسائلِ بخشش (مرتم)، ص116



نعت

ماہِ طیبہ نیّرِ بطحہ صلی اللہ علیک وسلّم

ماہِ طیبہ نیّرِ بطحہ صلّی اللہُ علیک وسلّم
تیرے دم سے عالم چمکا صلّی اللہُ علیک وسلّم

تو ہے نائبِ ربِّ اکبر پیارے ہر دم تیرے در پر
اہلِ حاجت کا ہے میلہ صلّی اللہ علیک وسلّم

جتنے سلاطیں پہلے آئے سکے ان کے ہوگئے کھوٹے
جاری رہے گا سکّہ تیرا صلّی اللہ علیک وسلّم

رافع تم ہو دافع تم ہو نافع تم ہو شافع تم ہو
رنج و غم کا پھر کیا کھٹکا صلّی اللہ علیک وسلّم

ہر ذرّہ پر تیری نظر ہے ہر قطرہ کی تجھ کو خبر ہے
ہو علمِ لَدُنّی کے تم دانا صلّی اللہ علیک وسلّم

تم ہو اوّل تم ہو آخر تم ہو باطن تم ہو ظاہر
حق نے بخشے ہیں یہ اسماء صلّی اللہ علیک وسلّم

حاضرِ در ہے نوریؔ مضطر آپ کا یہ موروثی ثناگر
ابنِ رضا ہے خواہاں رضا کا صلّی اللہ علیک وسلّم

از: مفتیِ اعظم ہند مصطفےٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

سامانِ بخشش، ص105

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر19)



آج ہمارے معاشرے میں بد نگاہی عام ہے اور معاذ اللہ اسے گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا، لہٰذا اس گناہ سے بچنے اور اُمّت کی خیر خواہی کے لیے امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے گھر کے بر آمدوں، دروازوں اور کھڑکیوں وغیرہ سے اندر جھانکنے سے بچنے کی ترغیب دلائی ہے تاکہ کسی کی پرائیویسی ہماری وجہ سے ڈسٹرب نہ ہو اور ہم بد نگاہی کی آفت میں بھی مبتلا نہ ہوں۔ چنانچہ،

سوال نمبر19 میں ہے کیا آج آپ نے اپنے گھر کی کھڑکی سے بلا ضرورت باہر نیز کسی اور کے دروازوں وغیرہ سے ان کے گھروں کے اندر جھانکنے سے بچنے کی کوشش کی؟

امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ اس سوال میں نگاہوں کی حفاظت اور بد نگاہی سے بچنے کی ترغیب دلا رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ جب کسی کے گھر جانا ہو یا ضروری کام ہو تو بے دھڑک گھر میں گھسنے یا جھانکنے کے بجائے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیائے کرام رحمۃ اللہِ علیہم کے انداز اور اخلاقی آداب کا خیال رکھیں اور ان احادیث کو بار بار پڑھیں جن میں گھروں کے اندر جھانکنے والوں سے حضور نے ناراضی کا اظہار فرمایا ہے، جیسا کہ ان روایات کو پڑھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ

گھر میں جھانکنا ممنوع ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنے مبارک گھر میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے جھانکا، آپ نے نیزے کی نوک اس کی طرف کی تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔[1] اسی طرح کسی موقع پر حضور اپنے مبارک گھر میں موجود تھے اور کسی نے جب سوراخ سے جھانک کر دیکھا تو آپ نے ناراضی کا اظہار فرمایا۔ جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سوراخ سے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دروازے میں جھانکا، حضور کے پاس سلائی تھی جس سے آپ اپنا سر مبارک کھجا رہے تھے تو فرمایا: اگر میں جانتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں یہ سلائی تیری آنکھ میں گھونپ دیتا۔ طلبِ اجازت نگاہ کی حفاظت ہی کے لیے تو مقرر کی گئی ہے۔[2]

حکیمُ الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکنا وہاں بلا اجازت داخل ہو جانے کی طرح ہے جیسے وہ ممنوع ہے ایسے ہی یہ ممنوع کہ اس میں گھر والوں کی بے پردگی ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ فرمانِ عالی ڈانٹ ڈپٹ جھڑک کے لیے ہے آنکھ پھوڑ دینے کی اجازت کے لیے نہیں کیونکہ کسی کے گھر میں بلا اجازت چلے جانے پر اس کا قتل یا آنکھ پھوڑ دینا جائز نہیں کر دیتا، جیسے جان جان کے عوض ہے ایسے ہی آنکھ آنکھ کے عوض۔[3]

شریعت نے کسی کے گھر میں جھانکنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ہاں! اگر کسی کا دروازہ پہلے سے ہی کھلا ہو اور بے اختیار نظر پڑ جائے تو حرج نہیں۔ افسوس! اب اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں رہی! لوگ گھروں کے دروازوں میں بلا جھجک جھانکتے ہیں یہاں تک کہ دروازہ اگر کھلا ہوا نہ ہو تو اوپر سے اچک اچک کر یا پھر دروازے کی جھریوں سے جھانکنے کی کوشش کرتے ہیں

اور اس بات کی بالکل پروا نہیں کرتے کہ کسی کے گھر جھانکنے سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔

امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے عطا کردہ اس سوال میں حکمت یہ ہے کہ آپ گھروں میں جھانکنے کے اس گناہ سے جسے معیوب نہیں سمجھا جاتا ہمیں بچانا چاہتے ہیں۔ اگر کھٹکھٹانے کے باوجود ہمیں جواب نہ ملے تو بھی کسی کے گھر میں جھانکنے کی اجازت نہیں کہ یہ بالکل غیر شرعی اور غیر اخلاقی کام ہے۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے بغیر اجازت پردہ ہٹا کر مکان کے اندر دیکھا، پھر گھر والوں کا ستر دیکھ لیا تو اس نے ایسا کام کیا جو اس کے لئے درست نہ تھا اور جب اس نے نظر ڈالی اور کوئی سامنے آ گیا اور اس نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو میں اسے شرم نہ دلاؤں گا۔ اگر کوئی بے پردہ کھلے ہوئے دروازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے اندر جھانک لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، خطا تو گھر والوں پر ہے۔[4]

حکیمُ الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ پاک کے الفاظ **اسے شرم نہ دلاؤں گا** کے تحت فرماتے ہیں: یعنی آنکھ پھوڑ دینے والے کو نہ تو کوئی سزا دوں گا نہ ملامت کروں گا۔ کیونکہ یہاں قصور اس جھانکنے والے کا ہے۔ احناف کے نزدیک یہ فرمانِ عالی ڈرانے کے لئے ہے ورنہ اس آنکھ پھوڑنے والے سے آنکھ کا قصاص ضرور لیا جائے گا۔ رب نے فرمایا: اَلْعَیْنَ بِالْعَیْنِ (پ6، المائدۃ:45) آنکھ تو آنکھ کے بدلے میں پھوڑی جاسکتی ہے نہ کہ تاک جھانک کے عوض۔[5]

ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کسی کے گھر میں جھانکنے سے بچنا چاہیے اور چونکہ آج کل اس بات کو کوئی عیب نہیں سمجھتا، لہٰذا بہتر ہے کہ اپنے گھر کے دروازے پر پردہ ڈال دینا چاہیے تاکہ بے پردگی نہ ہو۔ کیونکہ دیکھنا ایک عمل ہے جو باعثِ ثواب بھی بن سکتا ہے اور باعثِ عذاب بھی، کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں۔[6] لہٰذا نظر کی حفاظت بے حد ضروری ہے۔

پہلے کے لوگ آنکھوں کی حفاظت کا کس قدر خیال رکھتے تھے اس کا اندازہ اس حکایت سے لگائیے۔ چنانچہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑا، لوگوں نے آپ سے بارش طلب کرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: میرے ساتھ پہاڑ پر چلو! سب لوگ چل پڑے مگر آپ نے اعلان کیا: میرے ساتھ ایسا شخص نہ آئے جس نے کوئی گناہ کیا ہو۔ یہ سن کر سارے لوگ واپس چلے گئے، صرف بَرَخ العابد نام کا ایک آنکھ والا آدمی ساتھ چلتا رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: کیا تم نے میری بات نہیں سنی؟ عرض کی: سنی ہے۔ پوچھا: کیا تم بالکل بے گناہ ہو؟ عرض کی: مجھے اپنا اور کوئی جرم تو یاد نہیں، البتہ ایک بات کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ گناہ ہے تو میں بھی واپس چلا جاتا ہوں۔ فرمایا: وہ کیا ہے؟ عرض کی: ایک دن میں نے کسی کی رہائش گاہ میں ایک آنکھ سے جھانکا تو کوئی کھڑا تھا، کسی کے گھر میں اس طرح جھانکنے کا مجھے بہت صدمہ ہوا، میں خوفِ خدا سے لرز اٹھا، مجھ پر شرمندگی غالب آئی اور جس آنکھ سے جھانکا تھا اس کو نکال کر پھینک دیا۔ ارشاد فرمایئے کہ اگر میرا یہ عمل گناہ ہے تو میں بھی چلا جاتا ہوں! آپ علیہ السلام نے اس کو ساتھ لے لیا پھر پہاڑ پر پہنچ کر اس شخص سے ارشاد فرمایا: اللہ پاک سے بارش کی دعا کرو۔ اس نے یوں دعا کی: یاقدوس! یاقدوس! تیرا خزانہ کبھی ختم نہیں ہوتا اور کنجوسی تیری صفت نہیں، اپنے فضل و کرم سے ہم پر بارش برسادے۔ فوراً بارش ہوگئی۔ یوں آپ اور وہ شخص بھیگتے ہوئے پہاڑ سے واپس تشریف لائے۔[7]

اس فتنوں بھرے دور میں امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے عطا کردہ اس نیک اعمال پر عمل سے ہم نظروں کی حفاظت کرنے کی عادی بن کر اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتی ہیں۔

---

1 ترمذی، 4/325، حدیث: 2717 2 بخاری، 4/169، حدیث: 6241 3 مراۃ المناجیح، 5/252 4 ترمذی، 4/324، حدیث: 2716 5 مراۃ المناجیح، 5/257 6 مسند امام احمد، 7/28، حدیث: 3912 7 روض الریاحین، ص295 ملخصاً

اولاد کو قتل کرنے کی مذمّت



اُمِّ حبیبہ عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ اُمِّ عطار گجہار سیالکوٹ

قرآنِ پاک میں ہے: قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ (پ8، الانعام:140) ترجمہ: بیشک وہ لوگ تباہ ہو گئے جو اپنی اولاد کو جہالت سے بیوقوفی کرتے ہوئے قتل کرتے ہیں۔

یہ آیت زمانۂ جاہلیت کے ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو اپنی لڑکیوں کو نہایت سنگ دلی اور بے رحمی کے ساتھ زندہ درگور کر دیا کرتے تھے، ربیعہ و مُضَر وغیرہ قبائل میں اس کا بہت رواج تھا اور جاہلیت کے بعض لوگ لڑکوں کو بھی قتل کرتے تھے اور بے رحمی کا یہ عالَم تھا کہ کتّوں کی پرورش کرتے اور اولاد کو قتل کرتے تھے، ان کی نسبت یہ ارشاد ہوا کہ تباہ ہوئے۔ اس میں شک نہیں کہ اولاد اللہ پاک کی نعمت ہے اور اس کی ہلاکت سے اپنی تعداد کم ہوتی ہے، اپنی نسل مٹتی ہے، یہ دنیا کا خسارہ ہے، گھر کی تباہی ہے اور آخرت میں اس پر عذابِ عظیم ہے تو یہ عمل دنیا اور آخرت میں تباہی کا باعث ہوا اور اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر لینا اور اولاد جیسی عزیز اور پیاری چیز کے ساتھ اس قسم کی سَفّاکی اور بے دردی گوارا کرنا انتہا درجہ کی حَماقت (بے وقوفی) اور جَہالت ہے۔[1]

دورِ جاہلیت میں اولاد کو قتل کرنے کے بنیادی اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ انہیں تنگدستی کا خوف لاحق ہوتا اور وہ اس ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے کہ انہیں کھلائیں پلائیں گے کہاں سے اور ان کے لباس اور دیگر ضروریات کا انتظام کیسے کریں گے؟ چنانچہ اللہ پاک نے انہیں اس حرکت سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِیَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا (پ15، بنی اسرائیل:31) ترجمہ: اور غربت کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی، بیشک انہیں قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ افسوس! آجکل بہت سے مسلمان بھی دورِ جاہلیت کے کفار کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں اور وہ بھی اس ڈر سے دنیا میں آتے ہی یا ماں کے پیٹ میں ہی بچے کو قتل کروا دیتے ہیں کہ ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے اخراجات کہاں سے پورے کریں گے اور یہ عمل خاص طور پر اس وقت کرتے ہیں جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں پلنے والی جان بچی ہے۔[2] ایک اعداد و شمار کے مطابق کراچی میں سالانہ 1500 سے زائد نومولود بچوں کو ویران جگہوں پر کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر پھینک دیا جاتا ہے۔ افسوس! اللہ پاک کو رازق ماننے والے بھی ایسا بُرا کام کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جان پڑ جانے کے بعد اسقاطِ حمل حرام ہے، اور ایسا کرنے والا گویا قاتل ہے اور جان پڑنے سے پہلے اگر کوئی ضرورت ہے تو حرج نہیں۔ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ایسی دوا کا استعمال جس سے حمل نہ ہونے پائے اگر کسی ضرورتِ شدیدہ قابلِ قبولِ شرع کے سبب ہے حرج نہیں ورنہ سخت شنیع و معیوب ہے اور شرعاً ایسا قصداً ناجائز و حرام۔[3] جبکہ بہارِ شریعت میں ہے کہ اسقاطِ حمل کے لیے دوا استعمال کرنا یا دائی سے حمل ساقط کرانا منع ہے۔ بچہ کی صورت بنی ہو یا نہ بنی ہو دونوں کا ایک حکم ہے،[4] ہاں! اگر عذر ہو مثلاً عورت کا شیر خوار بچہ ہے اور باپ کے پاس اتنے وسائل نہیں کہ دایہ مقرر کرے یا دایہ دستیاب نہیں ہوتی اور حمل سے دودھ خشک ہو جائے گا اور بچہ کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے تو اس مجبوری سے حمل ساقط کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اس کے اعضا نہ

بنے ہوں اور اس کی مدت 120 دن ہے۔[5]

ایسوں کو یہ روایت ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ مَطْرُوْح (گرایا ہوا بچہ) قیامت کے دن آئے گا، اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوگی، وہ فریاد کرے گا: میں مظلوم ہوں۔ پھر وہ اپنی ماں کو لے کر آئے گا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کرے گا: اے میرے رب! تُو اس سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ اللہ پاک اس کی ماں سے فرمائے گا: تُو نے اس کو کیوں قتل کیا تھا؟ کیا تو یہ سمجھتی تھی کہ میں اسے رزق نہیں دوں گا؟ بے شک میں نے کسی بھی جان کا قتلِ ناحق حرام کر دیا ہے۔ (پھر فرشتوں سے فرمائے گا) اے میرے فرشتو! اس کو (محافظِ جہنم) حضرت مالک علیہ السلام کے حوالے کر دو تاکہ وہ اسے جُبُّ الْاَحْزَان میں قید کر دیں۔ سخت مضبوط فرشتے اس کو پکڑ لیں گے کیونکہ فرشتے اللہ پاک کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے یہ تو وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ فرشتے اس عورت کی گردن میں طوق اور زنجیریں ڈال کر منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم کی طرف لے جائیں گے اور حضرت مالک علیہ السلام اُس کو جُبُّ الْاَحْزَان میں پھینک دیں گے۔ یہ آگ سے بھرا ایک گہرا کنواں ہے اس آگ کا نام نَارُ الْاَبَار ہے۔ جب جہنم ٹھنڈا ہونے پر آتا ہے تو اس کنوئیں کا منہ کھول دیا جاتا ہے، جہنم اس کی حرارت سے پھر بھڑکنے لگتا ہے۔ اس میں درندے، بھیڑیئے، سانپ اور بچھو ہیں جو جہنمیوں کو کاٹتے اور ڈستے ہیں اور اس میں عذاب کے فرشتے ہیں، جن کے ہاتھوں میں آگ کے نیزے ہیں جس سے وہ قاتلوں کو گھائل کرتے رہیں گے، اس عورت کو اس گڑھے میں ایک مخصوص وقت تک عذاب دیا جاتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ پاک اس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ فرمادے۔[6]

بچیوں کو قتل کرنے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں غریب لوگ اپنی بچیوں کو فقر و فاقہ کے خوف سے زندہ دفن کر دیتے تھے، جبکہ امیر لوگ اپنا مال لٹ جانے، غیرت کھانے یا کسی کو اپنا داماد بنانے کے خوف سے ان کا کسی سے نکاح نہ کرتے کہ یہ چیز ان کے لئے انتہائی شرم و عار کا سبب تھی، لہٰذا اللہ پاک نے انہیں قتلِ اولاد سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ہم انہیں اور تمہیں رزق دیں گے یعنی بے شک رزق دینا اللہ پاک کے دستِ قدرت میں ہے۔ تو جس طرح اس نے مردوں پر رزق کے دروازے کھولے ہیں اسی طرح وہ عورتوں پر بھی رزق کے دروازے کھولتا ہے۔[7] دونوں گروہوں کا عمل ہی حرام تھا اور قرآن و حدیث میں دونوں کی مذمت بیان کی گئی ہے البتہ یہاں بطورِ خاص غریبوں کو اس حرکت سے منع کیا گیا ہے۔[8]

زندہ بیٹی کنویں میں پھینک دی ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! ہم زمانۂ جاہلیت میں بُت پرست تھے اور اپنی اولاد کو مار ڈالتے تھے، میری ایک بیٹی تھی، جب میں اُسے بُلاتا تو خوش ہوتی تھی۔ ایک دن میں نے اُسے بلایا تو خوشی خوشی میرے پیچھے چلنے لگی، ہم نزدیک ہی ایک کُنویں پر پہنچے، میں نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور کنویں میں پھینک دیا! (بے چاری رو رو کر) ابو جان! ابو جان! چلّاتی رہ گئی (اور میں وہاں سے چل دیا۔) (یہ سن کر) حضور کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا: اسلام زمانۂ جاہلیت میں ہونے والے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔[9]

یہ تو زمانہ جاہلیت کا گناہ تھا جس کو اسلام نے مٹا دیا مگر جو مسلمان اب ایسا کام کرے تو یقیناً وہ جہنم کا حق دار ہے۔ اللہ پاک ایسے مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرما کر علمِ دین حاصل کرنے اور اپنی اولاد کو قتل کرنے کی تمام صورتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر خزائن العرفان، ص278 2 تفسیر صراط الجنان، 3/222 3 فتاویٰ رضویہ، 24/207، 208 4 بہارِ شریعت، 5/507، حصہ: 16 5 رد المحتار، 9/709 6 قرۃ العیون، ص399 7 تفسیر خازن، 3/173 8 تفسیر صراط الجنان، 5/453 دارمی، 1/14، حدیث: 2ملتقطاً



جادو اور اس کی حقیقت (قسط 2)

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

اللہ پاک نے انسان کو اچھی صورت پر پیدا فرمایا اور اس کو عقل و شعور عطا فرمانے کے ساتھ ساتھ بے شمار صلاحیتوں اور چھپی ہوئی قوتوں سے بھی نوازا۔ اب یہ انسان پر ہے کہ وہ ان صلاحیتوں اور قوتوں کا استعمال کیسے کرتا ہے! اگر وہ اپنی ان صلاحیتوں کو تعمیری کاموں اور مخلوق کی بہتری کے لیے استعمال کرے تو اللہ پاک کی بارگاہ سے اجر و ثواب کا حق دار ہو گا، لیکن اگر وہ ان کا غلط استعمال کرے، ان کے ذریعے مخلوق کو نقصان پہنچائے اور فساد پھیلائے تو ایسا شخص شیطان کے نقشِ قدم پر چلنے والا ہے۔ چور کو ہی دیکھ لیجیے کہ ایسے ایسے طریقوں سے چوری کر لیتا ہے کہ کسی کو خبر بھی نہیں ہو پاتی۔ ذہانت تو اللہ پاک نے اسے بھی عطا کی ہے، لیکن وہ اس کا غلط استعمال کرتا ہے۔

ہم اپنی روز مرہ زندگی میں دیکھتی ہیں کہ انسان نے اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کا استعمال کر کے ایسی بہت سی چیزیں اِیجاد کر ڈالیں جن کا بظاہر تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اور ایسے بہت سے کارنامے سر انجام دیئے کہ جن کو دیکھ کر عقلیں حیران رہ جاتی ہیں، لیکن بطورِ مسلمان ہمارے لئے سب سے اہم یہ ہے کہ ہم ہر کام کو شریعت کے ترازو میں تولیں کہ آیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں! جیسے پستول سے اگر دشمن کا مقابلہ کیا جائے تو یہ ایک اچھی اور فائدہ مند ایجاد ہے، لیکن اگر اسی پستول سے کسی کو ناحق قتل کیا جائے تو یہ بالکل جائز نہیں۔ ان باتوں کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو بعض لوگ اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں اور اپنے مفادات کے حصول کے لئے ایسے ذرائع اختیار کرتے ہیں جن کی شریعت بالکل اجازت نہیں دیتی اور انہی ذرائع میں سے ایک جادو بھی ہے۔ جادو اور اس کی تاثیر کے حق ہونے کے متعلق کچھ باتیں پچھلی قسط میں گزر چکی ہیں، یہاں علمائے کرام کے ارشادات کی روشنی میں اس کی حقیقت کے متعلق مزید کچھ باتیں پیشِ خدمت ہیں:

جادو کیا ہے؟ علامہ مجدُ الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جس چیز کی اصل لطیف اور دقیق ہو وہ جادو ہے۔[1]

علامہ مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: تہذیب میں ذکر کیا گیا ہے کہ کسی چیز کو اس کی حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف پلٹ دینا جادو ہے۔[2]

ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی رحمۃ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: جادو وہ عمل ہے جس میں شیطان کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی مدد سے کوئی کام کیا جاتا ہے۔ نظر بندی کو بھی جادو کہتے ہیں۔ ایک چیز کسی صورت میں دکھائی دیتی ہے حالانکہ وہ اس کی اصلی صورت نہیں ہوتی۔ کسی چیز کی کیفیت کے پلٹ دینے کو بھی جادو کہتے ہیں۔ کوئی شخص کسی بیمار کو تندرست کر دے یا کسی کے بغض کو محبت سے بدل دے تو کہتے ہیں اس نے اس پر جادو کر دیا۔[3]

جادو کی حقیقت علمائے کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا جادو کی کوئی حقیقت بھی ہے یا نہیں؟ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں: یہ صرف ایک خیال ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، اللہ پاک کا فرمانِ عالیشان ہے: یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾

(پ16، طٰہٰ:66) ترجمہ: ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کے خیال میں یوں لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔

اکثر علمائے کرام فرماتے ہیں: جادو کی حقیقت حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہے اور یہی صحیح ہے، اس لئے کہ لعنتی یہودی جادوگر لَبِید بِن اَعْصَم نے حضور پر جادو کیا اور آپ نے وحی کے ذریعے آگاہ ہو کر ذِی اَرْوَان نامی کنوئیں سے اُس جادو کا سامان نکالنے کا حکم ارشاد فرمایا، لہٰذا اسے وہاں سے نکالا گیا، وہ گرہوں والا تھا، اس کی گرہیں کھول دی گئیں۔ جب بھی اس کی کوئی گرہ کھلتی تو جادو کا اثر کم ہو جاتا، یہاں تک کہ ساری کھل گئیں تو آپ ایسے ہو گئے گویا کہ رسی سے آزاد کر دیئے گئے ہوں۔[4]

پہلے گروہ نے جس آیتِ مبارکہ سے اپنی بات پر استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم جادو کے خیال ہونے کا انکار نہیں کرتے مگر ہم کہتے ہیں کہ اس خیال کی بھی حقیقت ہے اور اللہ پاک کے اس فرمانِ عالیشان وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (پ6، المائدۃ:67) ترجمہ: اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ کے باوجود حضور پر جادو کا اثر ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آیتِ مبارکہ میں **عِصْمَت** سے مراد یا تو دل اور ایمان کی حفاظت ہے، دُنیوی حادثات سے جسم کی حفاظت مراد نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا، آپ کو زخمی کیا گیا، آپ کے سامنے والے دو دانت مبارک شہید کئے گئے، آپ پر جانور کی اوجھڑی اور مٹی پھینکی گئی، آپ کو قریش کی جماعت نے تکلیف دی یا پھر اس سے مراد اچانک آنے والی آفت سے جان کی حفاظت ہے، ان عوارض سے حفاظت مراد نہیں جو نفس کی سلامتی کے ساتھ بدن کو لاحق ہوتے ہیں۔ یہاں یہ معنی مراد لینا بہتر ہے بلکہ یہی معنی درست ہے کیونکہ آپ اپنی حفاظت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے مگر جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو آپ نے (صحابہ کو) حفاظت نہ کرنے کا حکم فرما دیا۔[5]

کیا جادو سے کسی چیز کی حقیقت بدل سکتی ہے؟ جادو کے لغوی معنی پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ اس کا اصل معنی و مفہوم ہی یہ ہے کہ کسی چیز کی حقیقت کو بدل دینا گویا جب جادوگر جھوٹ کو سچ کر کے دکھاتا ہے یا چیز اپنی حقیقت کے خلاف نظر آنے لگتی ہے تو گویا دیکھنے و سننے والے یہی سمجھتے ہیں کہ جادوگر نے اس چیز کی حقیقت کو بدل دیا۔ اسی طرح اگر جادو کے اصطلاحی معنی پر غور کیا جائے تو بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ جادو ایسے الفاظ اور اعمال کے جاننے و کرنے کو کہا جاتا ہے جن سے جادوگر کو شیاطین کا قرب حاصل ہوتا ہے اور وہ ان کا فرمانبردار بن جاتا ہے اور ان اعمال و الفاظ کے اثر سے کانوں اور آنکھوں پر ایک ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس سے آواز ہوتی کچھ ہے اور سنائی کچھ دیتی ہے، اسی طرح چیزیں بھی اپنی حقیقت کے خلاف دکھائی دینے لگتی ہیں مگر بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چیزیں اپنی حقیقت کے خلاف صرف دکھائی ہی نہیں دیتیں بلکہ ان کی حقیقت بھی بدل جاتی ہے یعنی بعض لوگ جادو کو صرف وہم و خیال سمجھتے ہیں تو بعض یہ سمجھتے ہیں کہ جادو ایک حقیقت ہے مگر ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ جادو کی تاثیر صرف مزاج پر اثر انداز ہوتی ہے اور یہی موقف جمہور علما کا بھی ہے یعنی ان کے نزدیک جادو کے ذریعے کسی صحت مند کو بیمار کیا جا سکتا ہے، جبکہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جادو سے چیز کی حقیقت بھی بدل جاتی ہے یعنی جادو کے ذریعے کسی پتھر کو حیوان بنایا جا سکتا ہے اور حیوان کو پتھر میں بھی بدلا جا سکتا ہے۔[6]

یہ لوگ حضرت کعبُ الاحبار سے مروی اس حدیثِ پاک سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر یہ چند کلمات نہ ہوتے جن کو میں پڑھتا ہوں تو یہودی مجھے گدھا بنا دیتے۔[7]

یہ سب باتیں اپنی جگہ مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ اس حوالے سے کیا فرماتے ہیں؟ جب یہ جاننے کے لئے آپ سے عرض کی گئی: حضور! سِحر میں قلبِ حقیقت ہو جاتا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: سِحر (یعنی جادو) میں اصل شے بالکل مُتَغَیَّر نہیں ہوتی ہے۔ سَحَرَۂ فرعون (یعنی فرعون کے جادوگروں) کے بارے میں فرمایا جاتا ہے: سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ

وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ(پ9،الاعراف:116)ترجمہ:لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انھیں ڈرا دیا۔یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾(پ16،طٰہٰ:66)ترجمہ:موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے خیال میں ان کے جادو سے یہ بات پیدا ہو گئی کہ وہ رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتی ہیں۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے ایک نہایت دلچسپ واقعہ بیان فرمایا کہ جس میں ایک جادوگر نے پورے مجمع پر ایسا جادو کیا کہ ہر کوئی مبہوت ہو کر رہ گیا، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

سلطان جہانگیر مرحوم جدِّ سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں ایک بازی گر آیا اور چند تماشے دکھائے۔ پھر عرض کی: حضرت! مجھے آسمان پر جانے کی ضرورت ہے، ایک میرا دشمن آسمان پر ہے۔ عورت کو حفاظت کے لیے محلاتِ شاہی میں بھجوا دیجئے! خیر عورت بھیج دی گئی۔ اُس نے پیچک (یعنی ڈوری) نکال (کر) آسمان کی طرف پھینکی، اب یہ اس کچے ڈورے پر چڑھتا ہوا آسمان کی طرف چلا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شور و غل کی آوازیں آنے لگیں اور ایک ہاتھ آکر گرا پھر دوسرا ہاتھ پھر ایک پاؤں پھر دوسرا پھر سر اور دھڑ بھی جدا ہو کر گرا جس سے معلوم ہوا کہ دشمن غالب اور یہ مغلوب ہوا۔ عورت نے جب یہ خبر سنی محل سے نکل کر آئی۔ تمام اعضا جمع کیے پھر خوب آگ روشن کر کے مع ان اعضا کے جل کر خاکستر (راکھ) ہو گئی۔ تھوڑی دیر میں دیکھا تو وہی بازیگر اسی ڈورے پر سے اُترا چلا آتا ہے۔ اُس نے حاضر ہو کر بادشاہ سے کہا: حضور کی توجہ سے میں اپنے دشمن پر غالب آیا۔ اب حضور میری بیوی کو محل سے بلوا دیں۔ یہاں حضور خود ہی حیران تھے کہ کون بازیگر اور کس کی بیوی ابھی ابھی تو دونوں آگ میں جل گئے! جب اس نے تقاضا کیا تو بادشاہ نے ساری کیفیت بیان کی (کہ) یہ راکھ جلی ہوئی پڑی ہے۔ اس نے کہا: حضور! ہم غریبوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے گا! میری بیوی تو محل میں ہے، میں تو حضور کے سپرد کر گیا تھا۔ اب بادشاہ اور تمام حاضرین حیران کہ اس کو کیا جواب دیں؟ اس نے کہا: اگر حضور اجازت دیں تو میں آواز دے کر محل سے بلالوں؟ بادشاہ کی اجازت پر اس نے آواز دی، فوراً وہ عورت محل سے نکل آئی۔[8]

اعلیٰ حضرت کی بیان کردہ اس حکایت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جادو سے کسی چیز کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی، بلکہ یہ صرف خیال اور وہم ہوتا ہے جس کے ذریعے جادوگر جیسا چاہتا ہے سامنے والے کو دکھاتا و سناتا ہے۔

چیزوں کی قلبِ ماہیت سے مراد یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک چیز کی حقیقت و ماہیت بدل سکتی ہے جیسا کہ شراب سرکہ بن جائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس چیز کی پہلی حقیقت اس طرح ختم ہو کر نئی حقیقت و ماہیت بن جائے کہ اس چیز کی پہلی حقیقت و ماہیت باقی رہے، نہ اس کا نام اور صورت و کیفیت باقی رہے اور نہ اس کے خواص باقی رہیں؛ بلکہ سب چیزیں یعنی نام، صورت، خواص اور اثرات و علامات بھی نئی ہوں۔ چنانچہ،

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی چیز کی حقیقت تبدیل نہیں ہو سکتی تو پھر عصائے موسوی کے اژدھا بننے کی حقیقت کیا ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عصائے موسیٰ جادو نہ تھا، بلکہ ایک نبی کا معجزہ تھا اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ پاک اپنی طرف سے جو کرتا ہے وہ جادو نہیں مثلاً ٹڈیوں، جُوؤں اور مینڈکوں کا نازل کرنا، سمندر کا پھٹ جانا، لاٹھی کا بدل جانا، مردوں کو زندہ کرنا، قوتِ گویائی سے محروم لوگوں کو بولنے پر قدرت عطا کرنا اور اسی طرح انبیائے کرام کے معجزات بھی جادو نہیں۔[9]

جادو اور معجزہ میں فرق ان میں فرق یہ ہے کہ جادو جادوگر اور اسے سیکھنے والے ہر شخص سے واقع ہو سکتا ہے۔ کبھی ایک جماعت جادو سیکھتی ہے اور بیک وقت اس سے جادو کا وقوع ہو جاتا ہے جبکہ معجزہ کی شان یہ ہے کہ اللہ پاک کسی کو اس کی مثل یا مقابل لانے کی قدرت نہیں دیتا۔[10] یعنی جو کام جادو سے ہوا ہے وہ جادوگر کے علاوہ کسی شخص سے بھی ہو سکتا ہے جبکہ نبی

جس کام کو بطور معجزہ کرتا ہے کوئی اور اس پر قادر نہیں ہوتا۔ نیز جادوگر کے جادو کا مُعَارَضَہ (مقابلہ) کیا جا سکتا ہے، جبکہ معجزے کا کوئی شخص معارضہ نہیں کر سکتا۔

جادو اور معجزے میں یہ فرق بھی ہے کہ جادو میں جو کام کیا جاتا ہے وہ شیطان کے تقرُّب اور خَباثتِ نفس سے کیا جاتا ہے۔ جبکہ معجزہ اللہ پاک اپنے نبی کو عطا فرماتا ہے تاکہ اس کے دعوئ نبوت پر دلیل قائم ہو جائے۔

جادو ایک فن ہے جو کوئی بھی سیکھ سکتا ہے جبکہ معجزہ کوئی فن نہیں، بلکہ اس کا اظہار صرف کسی نبی و رسول ہی سے ہو سکتا ہے۔ نبوّت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت و رِیاضت کے ذریعہ سے حاصل کر سکے، بلکہ محض عطائے الٰہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے۔ ہاں! دیتا اُسی کو ہے جسے اس منصبِ عظیم کے قابل بناتا ہے، جو قبلِ حصولِ نبوّت تمام اخلاقِ رذیلہ سے پاک، اور تمام اخلاقِ فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارجِ ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے نسب و جسم و قول و فعل و حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے منزّہ ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو، اُسے عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے، جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اُس کے لاکھویں حصّہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ (11)

معجزہ میں قلبِ ماہیت ہوتا ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ سے جب یہی بات پوچھی گئی کہ معجزہ میں قلبِ ماہیت ہوتا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اِس میں علما کا اختلاف ہے کہ قلبِ ماہیت (یعنی کسی چیز کی ماہیت کا تبدیل ہونا) محال ہے یا ممکن؟ جو کہتے ہیں کہ محال ہے ان کے نزدیک پہلی حقیقت فنا ہو جاتی ہے اور دوسری حقیقت رب العزت پیدا فرما دیتا ہے تو معجزہ میں تبدیلیِ حقیقت نہ ہوئی بلکہ تجدیدِ ماہیت۔ اور جو ممکن مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ معجزہ میں قلبِ حقیقت ہوتا ہے لیکن اِس پر سب کا اتفاق ہے کہ معجزہ واقعی ہوتا ہے: قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ﴿۱۶۶﴾ (پ9، الاعراف:166) ترجمہ کنزالایمان: ہم نے ان سے فرمایا ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔ وہ سب بندر ہو گئے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں یہ تاویل کہ ان کی عقلیں بندر کی سی ہو گئیں وہی لوگ کرتے ہیں جن کی عقلیں بندر کی سی ہیں۔ ان کے دل میں نصوصِ قرآنیہ کی عظمت نہیں۔ جتنے گمراہ ہوئے سب اِسی دروازے سے کہ انہوں نے نصوص (یعنی بالکل واضح آیات و احادیث) میں تاویلیں کرنا شروع کیں جو نص اپنی اوندھی عقل کے مُوافق ہوئی خیر اور جہاں ذرا اَوَرا ہوئی (یعنی سمجھ میں نہ آئی) فوراً تاویل گھڑ دی۔

(پھر فرمایا:) ان کی عقلیں بندر کی عقل سے بھی بدتر ہیں۔ بندر کے قلب میں عظمت ہے قرآنِ عظیم کی۔ ایک مرتبہ ننھے میاں (برادر خورد اعلیٰ حضرت قبلہ (یعنی سرکار اعلیٰ حضرت کے سب سے چھوٹے بھائی علامہ محمد رضا خان)) اپنی چھت پر قرآنِ عظیم پڑھ رہے تھے۔ سامنے دیوار پر ایک بندر بیٹھا تھا۔ یہ کسی کام کو اٹھ کر گئے۔ بندر دوڑتا ہوا سامنے دیوار پر گزرا اور اُس پار جانا چاہتا تھا جیسے ہی قرآنِ عظیم کے محاذات پر (یعنی سامنے) آیا، قرآنِ عظیم کو سجدہ کیا اور اپنی راہ چلا گیا۔ (پھر فرمایا) میں نے بندر کو قیام کرتے دیکھا۔ میں اپنے پرانے مکان میں جس میں میرے منجھلے بھائی مرحوم (یعنی استادِ زمن مولانا حسن رضا خان) رہا کرتے تھے، مجلسِ میلاد پڑھ رہا تھا۔ ایک بندر سامنے دیوار پر چُپکا مؤدّب بیٹھا سن رہا تھا، جب قیام کا وقت آیا مؤدّب کھڑا ہو گیا پھر جب بیٹھے وہ بھی بیٹھ گیا۔ حدیث میں ہے: مَا مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَّا كَفَرَةُ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ (12) کوئی شی ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوائے بے ایمان جن اور آدمیوں کے۔ (13)

---

1 القاموس المحیط، 2/ 108 2 تاج العروس، 11/ 516 3 لسان العرب، 1/ 1767 ملخصاً 4 نسائی، ص665، حدیث:4086 5 زواجر، 2/ 200 6 فتح الباری، 11/ 189 7 تاریخ کبیر، 7/ 163، رقم:1218 8 ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص 475، 476 9 تفسیر قرطبی، 1/ 36، جزء:2 10 تفسیر قرطبی، 1/ 36، جزء:2 11 بہارِ شریعت، 1/ 36، حصہ:1 12 معجم کبیر، 22/ 262، حدیث:672 13 ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص477



حشر کے دن سایۂ عرش پانے والے (قسط 23)

وہ احادیثِ مبارکہ جن میں مختلف قسم کے افراد کا ذکر آیا ہے کہ انہیں قیامت کے دن اللہ پاک کے عرش کا سایہ نصیب ہو گا، مختصراً پیشِ خدمت ہے:

عادل حکمران ایک روایت میں ہے کہ جو شخص لوگوں پر حاکم ہو اور مرتے دم تک عدل وانصاف سے کام لے، وہ قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہو گا۔[1] بخاری شریف کی روایت میں قیامت کے دن جو لوگ عرش کے سائے میں ہوں گے ان میں عادل حکمران کا ذکر سب سے پہلے ہے۔[2] اس کی وجہ ترمذی شریف میں یہ بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن اللہ پاک کے سب سے زیادہ محبوب اور اس کے سب سے زیادہ قریب عادل حکمران ہی ہوں گے۔[3] اسی طرح ایک بار نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو قیامت کے دن سب سے پہلے کن لوگوں کو عرش کا سایہ نصیب ہو گا؟ صحابہ کرام نے عرض کی: اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ یعنی اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: وہ لوگ جن کے سامنے حق پیش کیا جاتا ہے تو اس کو قبول کرتے ہیں، جب ان سے سوال کیا جاتا ہے تو عطا کرتے ہیں اور لوگوں کے حق میں فیصلے اس طرح کرتے ہیں جیسا اپنے حق میں فیصلہ کرتے ہیں۔[4]

جوانی عبادت میں گزارنے والا جس دن عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا اس دن اللہ پاک کے عرش کے سائے میں جو لوگ ہوں گے ان میں وہ نوجوان بھی ہو گا جس نے اپنی جوانی عبادت میں گزاری ہو گی۔[5] ایک روایت میں ہے کہ وہ جوان عرش کے سائے میں ہو گا جس نے اپنی جوانی اللہ پاک کی عبادت کے لئے وقف کر دی۔[6]

مسجدوں سے دل لگانے والا قیامت کے دن وہ شخص بھی عرش کے سائے میں ہو گا جس کا دل مسجدوں کے ساتھ لگا رہتا ہو۔[7]

رضائے الٰہی کے لئے آپس میں محبت کرنے والے مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ بروزِ قیامت اللہ پاک ارشاد فرمائے گا: میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج کے دن میں انہیں اپنے (عرش کے) سائے میں رکھوں گا کہ آج میرے (عرش کے) سوا کوئی سایہ نہیں۔[8] معجمِ اوسط میں ہے کہ ربِّ کریم کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنے والے اس روز عرش کے سائے میں نور کے منبروں پر ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا اور دیگر لوگوں پر گھبراہٹ طاری ہو گی جبکہ یہ بالکل نہ گھبرائیں گے۔[9] جبکہ معجمِ کبیر میں ہے کہ اللہ پاک کے بعض بندوں کے مقام ومرتبہ اور اللہ پاک سے ان کے قرب پر انبیا و شہدا بھی رشک کریں گے اور یہ مختلف شہروں کے لوگ ہوں گے، ان کے درمیان کوئی خونی رشتہ نہ ہو گا مگر وہ ایک دوسرے سے صرف رضائے الٰہی کی خاطر محبت کرتے اور تعلق رکھتے ہوں گے۔ بروزِ قیامت اللہ پاک ان کے لئے اپنے (عرش کے) سامنے نور کے منبر رکھنے کا حکم فرمائے گا، دیگر لوگ تو گھبرائے ہوں گے، لیکن وہ نہیں گھبرائیں گے، دیگر تو خوفزدہ ہوں گے لیکن وہ بے خوف ہوں گے۔[10]

دعوتِ گناہ سے باز رہنے والا حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تین شخص قیامت کے دن اللہ پاک کے سایہ رحمت میں ہوں گے اور ان میں سے ایک وہ شخص ہو گا جسے

کوئی عورت اپنی طرف دعوتِ گناہ دے تو وہ اللہ پاک کے خوف کے باعث اس سے باز رہے۔[11] ایک روایت میں ہے کہ وہ شخص قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہو گا جس کو کوئی حسین و جمیل عورت اپنی طرف بلائے (یعنی گناہ کی دعوت دے) تو یہ جواب دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔[12]

پوشیدہ صدقہ کرنے والا ایک روایت میں اگرچہ صدقہ کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ (قیامت کے دن) بندہ اپنے صَدَقے کے سائے میں ہو گا یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہو جائے۔[13] مگر ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص صدقہ دے اور اسے چھپائے یہاں تک کہ اس کے الٹے ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ سیدھے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، تو ایسا شخص بھی بروزِ قیامت عرش کے سائے میں ہو گا۔[14]

تنہائی میں رب کو یاد کر کے رونے والا جو اکیلے میں ربِّ کریم کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں تو وہ بھی بروزِ قیامت عرش کے سائے میں ہو گا۔[15]

اپنی قوم کی حفاظت کرنے والا تین افراد کو اللہ پاک دوست رکھتا ہے اور ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جو کسی لشکر میں ہو، جب دشمن سے مقابلہ ہو تو دشمن شکست کھا جائے اور وہ شخص ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جائے یا فتح پائے۔[16]

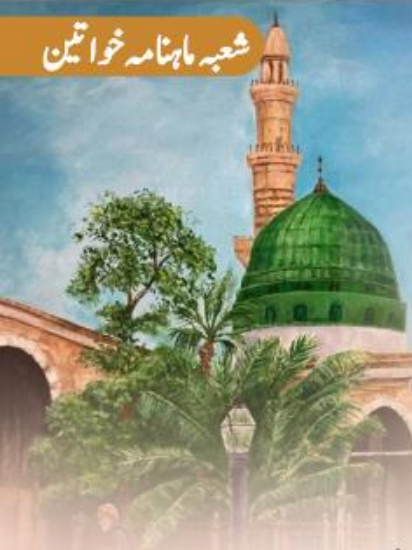
جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہُ عنہ سے مروی حدیثِ پاک میں ہے کہ ایسا شخص قیامت کے روز اللہ پاک کے عرش کے سائے میں ہو گا جو اپنی قوم (یعنی مسلمانوں) کے ساتھ دشمنوں پر حملہ کے لیے گیا پھر ان کا دشمن سے سامنا ہوا تو اس نے اپنی قوم کی حفاظت کی یہاں تک کہ اس کی قوم اور یہ کامیاب ہو گئے یا اسے شہید کر دیا گیا۔[17]

قرض معاف کرنے والے قیامت کے دن قرض کو معاف کرنے والے بلا شبہ اللہ پاک کے عرش کے سایہ میں ہوں گے، اس پر کئی روایات شاہد ہیں۔ مثلاً ایک روایت میں ہے: بے شک قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں میں عرش کا سایہ اس شخص کو نصیب ہو گا جس نے کسی قرض دار کو مہلت دی یا اس پر قرض کو صدقہ کر دیا۔[18] ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جس نے کسی تنگ دست مقروض کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا،[19] جبکہ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ پاک قیامت کے دن اس شخص کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا کسی ناسمجھ کے ساتھ تعاون کیا۔[20] اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ جس نے راہِ خدا کے مجاہد یا تنگ دست مقروض یا مکاتب غلام[21] کی آزادی میں اس کی مدد کی، اللہ پاک اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا۔[22] اور ایک روایت میں ہے کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اللہ پاک اُسے قیامت کی مشکلات سے نجات عطا فرما کر اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے تو اسے چاہئے کہ وہ تنگ دست کو مہلت دے۔[23]

مسلمانوں پر نرمی کرنے کا انعام جسے یہ پسند ہو کہ ربِّ کریم بروزِ قیامت اسے جہنم کی گرمی سے بچائے اور اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ مسلمانوں پر سخت نہ ہو بلکہ ان پر نرمی و مہربانی کرنے والا ہو۔[24]

---

1 الکامل فی ضعفاء الرجال، 8/408، حدیث: 2024 2 بخاری، 1/236، حدیث: 660 3 ترمذی، 3/63، حدیث: 1334 4 مسند امام احمد، 9/336، حدیث: 24433 5 بخاری، 1/236، حدیث: 660 6 الکامل فی ضعفاء الرجال، 8/408، حدیث: 2024 7 بخاری، 1/236، حدیث: 660 8 مسلم، ص1065، حدیث: 6548 9 معجم اوسط، 1/364، حدیث: 1328 10 معجم کبیر، 3/290، حدیث: 3433 11 مسند الفردوس، 2/100، حدیث: 2529 12 مسلم، ص399، حدیث: 2380 13 مسند امام احمد، 6/126، حدیث: 17335 14 بخاری، 1/236، حدیث: 660 15 بخاری، 1/236، حدیث: 660 16 مستدرک، 2/43، حدیث: 1560 17 الامالی المطلقۃ لابن حجر، ص98 18 معجم کبیر، 19/167، حدیث: 377 19 ترمذی، 3/52، حدیث: 1310 20 معجم اوسط، 6/40، حدیث: 7920 21 آقا اپنے غلام سے مال کی ایک مقدار مقرر کر کے یہ کہہ دے کہ اتنا ادا کر دے تو آزاد ہے اور غلام اس کو قبول بھی کر لے تو ایسے غلام کو مکاتب کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، 1/292، حصہ: 9، ماخوذاً) 22 مسند امام احمد، 5/413، حدیث: 15987 23 معجم اوسط، 3/280، حدیث: 4592 24 المعرفۃ والتاریخ، 2/306



حضور کے دودھ پینے کی عمر کے واقعات (قسط 9)

گزشتہ سے پیوستہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سیدہ حلیمہ اور ان کے خاندان پر نوازشوں کا ذکرِ خیر جاری ہے۔ چنانچہ اسی سلسلے میں مزید باتیں پیشِ خدمت ہیں:

سیدہ حلیمہ کی قحط زدہ زندگی میں بہار

حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت کی برکت سے سیدہ حلیمہ اور ان کے گھرانے نے جو برکتیں اور سعادتیں سمیٹیں ان میں اگرچہ سب سے بڑی برکتیں دو ہی تھیں (1) حضور کی محبت (2) اسلام کی دولت۔ مگر ان کے علاوہ سیدہ حلیمہ اور ان کے گھرانے پر جو دیگر برکتیں نازل ہوئیں وہ بھی کچھ کم نہ تھیں۔ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جتنا عرصہ سیدہ حلیمہ کے ہاں قیام فرما رہے اس دوران کئی ایسے عجائبات و معجزات اور واقعات بھی پیش آئے جن کا سیدہ حلیمہ سے براہِ راست تعلق رہا۔ لہٰذا اس اعتبار سے جائزہ لیں تو سب سے پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی برکت سے سیدہ حلیمہ اور ان کے پورے گھرانے کی بھوک وافلاس کی کیفیت ختم ہوگئی، گویا ان کی قحط زدہ زندگی میں بہار آگئی ہو جیسا کہ البدء و التاریخ نامی کتاب میں ہے کہ جب حضرت حلیمہ نے حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی تو ہر طرف سے انہیں خیر و برکت ہی نصیب ہوئی۔[1] اسی طرح امام جعفر برزنجی رحمۃُ اللہِ علیہ مولد البرزنجی میں فرماتے ہیں: جب سیدہ حلیمہ نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دودھ پلانے کے لئے حامی بھری تو ان کی مشکل اور غریبانہ زندگی رات ڈھلنے سے پہلے ہی آسودہ ہوگئی اور آپ فقر و غربت کے بعد غنی و مالدار ہو گئیں۔[2]

سیدہ حلیمہ کے گھرانے پر حضور کی برکتوں اور نوازشوں کا ظہور اتنا واضح تھا کہ جب آپ سب نے حضور کی آمد کے بعد پہلی رات سکون اور خیریت سے گزاری تو صبح حضور کے رضاعی والد حضرت حارث نے سیدہ حلیمہ سے فرمایا: حلیمہ! میرا خیال ہے کہ تم نے ایک مبارک بچہ حاصل کیا ہے، کیا تم نے دیکھا نہیں کہ جب سے یہ بچہ ہمارے پاس آیا ہے گویا کہ ہم پر خیر و برکت کا مسلسل نزول ہو رہا ہے! فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: مجھے بھی یونہی لگ رہا ہے۔[3] ایک اور روایت میں ہے کہ پھر اللہ پاک ہمیں (حضور کے صدقے) ہمیشہ خیر و برکت عطا فرماتا ہی رہا۔[4] جیسا کہ تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کا علاقہ جو سخت قحط سالی کا شکار تھا اس میں حضور کے تشریف لانے سے خوش حالی و ہریالی لوٹ آئی اور حضرت حلیمہ سعدیہ کی بوڑھی اونٹنی جو ایک قطرہ دودھ تک نہ دیتی تھی اب وہ اتنا زیادہ دودھ دیتی کہ ضرورت سے زائد ہوتا۔ یہ سب کچھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب آپ ابھی دوسرے بچوں کی طرح ننھے بچے تھے اُس وقت بھی آپ کی شان اور مرتبہ اللہ پاک کی بارگاہ میں کتنا بلند ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر کو اللہ پاک نے آپ کی نسبت اور سبب سے انعام و اکرام سے مالا مال فرما دیا۔ یہ بات کوئی ناممکنات میں سے بھی نہیں بلکہ ہماری شریعت نے ہمیں اس بات کی تعلیم دی ہے کہ جب کافی عرصے تک بارش نہ ہو اور بارش ہونا بند ہو جائے تو نیکوں کی برکت اور حضرت محمد صلی اللہ

علیہ واٰلہٖ وسلم کے اہلِ بیتِ اطہار کے وسیلے سے رب کی بارگاہ میں بارش کی طلب کے لیے اپنی دعاؤں کی قبولیت کی التجا کریں تو رب ان پاک لوگوں کے وسیلے سے بارش عطا فرماتا ہے۔ اس بات پر تمام ائمہ و فقہا کا اتفاق ہے۔ جب نیکوں کے سبب اور ان کی برکت سے اللہ پاک مہربانی فرماتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی شان تو سب سے بلند و بالا ہے! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کی گود میں تشریف لائیں اور ان کا دودھ پئیں اور پھر بھی قحط سالی و خشک سالی باقی رہے! یقیناً اللہ پاک نے آپ کے سبب سے قحط سالی کو خوش حالی و ہریالی میں بدل ڈالا، بے شک ساری کائنات کا نظام اسی ربِّ کریم کے دستِ قدرت میں ہے، لیکن برکت و کرم کے اسباب میں سرِ فہرست حضور کی ذاتِ بابرکات ہے کیونکہ آپ لوگوں کی طرف اللہ پاک کی رحمت بن کر تشریف لائے ہیں جس کا ذکر اللہ پاک نے یوں فرمایا: وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۝۱۰۷ (پ17، الانبیاء:107) ترجمہ: اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔ (5)

ذیل میں ان تمام برکتوں کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جارہا ہے جو سیدہ حلیمہ کو حضور کے وسیلے سے حاصل ہوئیں، ان میں سے بعض برکتیں ایسی ہیں جن کا تعلق سیدہ حلیمہ کی ذات سے ہے اور بعض ایسی ہیں جن کا تعلق سیدہ حلیمہ کے مال و مویشی کے ساتھ ہے اور بعض ایسی ہیں جن کا تعلق آپ کے قبیلہ سے ہے۔ چنانچہ،

وہ برکتیں جن کا تعلق سیدہ حلیمہ کی ذات سے تھا ان میں سب سے پہلی برکت کی جھلک تو اسی وقت دکھائی دے گئی جب سیدہ حلیمہ نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو محبت کی نگاہ سے دیکھا اور اپنا دودھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی تو ایک قول کے مطابق آپ کی ایک چھاتی میں دودھ ہی نہ تھا، مگر جب آپ نے وہی چھاتی حضور کو پیش کی تو آپ کی برکت سے اس خشک چھاتی میں دودھ جاری ہو گیا۔ (6)

سبل الہدیٰ والرشاد میں امام محمد بن یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ حلیمہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے کہ جب ہم مکہ آئے تو میری حالت یہ تھی کہ چھاتیوں میں اتنا بھی دودھ نہ تھا کہ میرا اپنا بچہ پیٹ بھر کر پی سکتا، یہی وجہ تھی کہ وہ رات بھر روتا رہتا، مگر جب میں نے حضور کو اپنی گود میں لے کر دودھ پیش کیا تو اللہ پاک کی کرم نوازی سے آپ نے اور میرے بیٹے دونوں نے خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا اور بعد میں دونوں سکون سے سو گئے۔ (7) جبکہ خصائصِ کبریٰ میں امام جلالُ الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرا بچہ دودھ کم ہونے کی وجہ سے رات میں سونے نہ دیتا مگر حضور کے دودھ میں شریک ہونے کے بعد وہ اور حضور دونوں خوب سیر ہو جاتے، میرا خیال ہے کہ اگر ان دونوں کے علاوہ ایک تیسرا بچہ اور ہوتا تو وہ بھی میرے دودھ پر پل جاتا۔ (8)

دوسری برکت یہ ظاہر ہوئی کہ سیدہ حلیمہ اور ان کے شوہر بھی بچے کی بے کلی و بے چینی کی وجہ سے اور خود بھی بھوک کی وجہ سے رات بھر سکون سے نہیں سو پاتے تھے، مگر جب حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ان کے ہاں تشریف آوری ہوئی تو پہلی ہی رات یہ دونوں بھی خوب جی بھر کر سکون کی نیند سوئے۔ جیسا کہ شیخ عبدُ الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارجُ النبوت میں سیدہ حلیمہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ **ہم اس رات خیر و برکت کے ساتھ چین کی نیند سوئے، کیونکہ اس سے پہلے بھوک و پریشانی میں نیند نہیں آتی تھی۔** (9)

(وہ برکتیں جن کا تعلق سیدہ حلیمہ کے مال و مویشی اور قبیلے سے ہے، ان کا ذکر ان شاء اللہ اگلی قسط میں کیا جائے گا)

---

1 البدء والتاریخ، 4/ 133 2 مجموع لطیف، مولد البرزنجی، ص444 3 سیرت ابن ہشام، ص67 ملخصاً 4 کتاب السیر والمغازی، ص49 5 فقہ السیرۃ مترجم، ص73 6 سیرت حلبیہ، 1/ 132 7 سبل الہدیٰ والرشاد، 1/ 386 8 خصائص کبری، 1/ 99 9 مدارج النبوت مترجم، 2/ 35



حضور کی بچوں پر شفقت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 23ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں)

بنتِ محمد انور عطاری
(درجہ ثالثہ، جامعۃ المدینہ گرلز بہارِ مدینہ، تلواڑہ مغلاں سیالکوٹ)

مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دامنِ رحمت سے بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں نے بھی حصہ پایا، آپ بچوں پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ آپ بچوں اور بچیوں کو بھی پیار و محبت کے جام بھر بھر کر پلاتے اور والدین کو بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے، اچھی تربیت کرنے اور ان کی آخرت سنوارنے کی تعلیم دیتے۔ چنانچہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے: مسلمانوں کے بچے جنت کی چڑیاں ہیں۔ ان میں کوئی اپنے والد سے ملے گا، اس کے دامن کا پلو پکڑ لے گا، اسے نہ چھوڑے گا یہاں تک اللہ پاک اسے اور اس کے والد کو جنت میں داخل کر دے گا۔[1] یعنی مسلمانوں کے بچے جنت کے سیاح (سیر کرنے والے) ہیں کہ وہاں ہر جگہ کی بے تکلف سیر کرتے ہیں۔[2] بچوں پر شفقتِ مصطفےٰ پر مشتمل روایات وواقعات پیشِ خدمت ہیں۔ چنانچہ،

گھٹی دینا دورِ رسالت میں صحابہ کرام کا معمول تھا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اسے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں لاتے اور حضور کھجور اپنے مبارک منہ میں چبا کر بچے کے منہ میں ڈال دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور کے پاس بچے لائے جاتے تھے تو آپ انہیں دعائے برکت اور گھٹی سے نوازتے۔[3] مدینے والے خوش نصیب تھے کہ ان کے بچوں کو پیدائش کے بعد پہلے حضور کی گود، حضور کی دعا اور حضور کے تھوک مبارک کی برکتیں نصیب ہوتی تھیں۔ اسی طرح جب مدینے پاک میں حضرت بی بی اسماء بنتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے گھر بیٹا پیدا ہوا تو مسلمانوں نے خوب خوشی منائی، جب انہیں حضور کی بارگاہ میں لایا گیا اور آپ کی گود میں دیا گیا تو کریم آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے گھٹی دی اور ان کے لیے برکت کی دعا کی، یہ اسلام میں پیدا ہونے والے پہلے بچے تھے۔[4]

حضور نے نام عطا کئے نام کسی بھی شخصیت کا اہم حصہ ہوتا ہے جس سے وہ پہچانا اور پکارا جاتا ہے۔ بچے کے پیدا ہوتے ہی سب سے پہلے والدین سے یہی سوال ہوتا ہے کہ نام کیا رکھا ہے؟ نام کا تعلق صرف دنیاوی زندگی تک نہیں بلکہ جب محشر کا دن ہوگا تو اسی نام کے ساتھ بلایا جائے گا۔ نام والدین کی طرف سے اولاد کیلئے پہلا بنیادی تحفہ ہوتا ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے 19 سے زائد خوش نصیب بچوں کا نام عبدُ اللہ رکھا۔[5]

بچوں کو چومنا کچھ دیہاتی نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: کیا آپ اپنے بچوں کو چومتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم تو نہیں چومتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ پاک نے تمہارے دلوں سے رحمت نکال دی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں![6] یعنی تم لوگوں کا اپنے بچوں کو نہ چومنا اس لیے ہے کہ رب نے تمہارے دلوں سے رحم و کرم نکال دیا ہے۔ جن کے دلوں سے اللہ رحم نکال دے اس کے دل میں ہم رحمت و کرم کس طرح ڈالیں! ہم تو اللہ کی رحمتوں کا دروازہ ہیں۔[7]

شفقت، محبت، رحم دلی اللہ پاک کی بڑی خاص نعمت ہے۔

لازم ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ان سے ابتدا ہی سے شفقت و محبت کے ساتھ پیش آیا جائے، بچوں کو خوش کرنے کی فضیلت میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک گھر ہے جسے دارُ الْفَرَح کہا جاتا ہے اس میں وہی داخل ہو گا جو بچوں کو خوش کرے گا۔[8]

ایک بار سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آئے جن پر دو سرخ (دھاری دار) قمیصیں تھیں، وہ چلتے تھے اور گرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں دیکھا تو منبر سے نیچے تشریف لے آئے پھر اُن کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھالیا۔[9]

امام حسین رضی اللہ عنہ پر شفقت ایک بار نواسۂ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا، آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑنا چاہا تو وہ کھیل کے طور پر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم برابر دیکھ کر مسکراتے رہے، بالآخر امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا، ایک ہاتھ مبارک اِن کی تھوڑی کے نیچے اور دوسرا ان کے سر پر رکھ کر ان کا بوسہ لیا اور فرمایا: حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ پاک اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے۔[10] حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں دُنیا میں اپنے دو پھول فرمایا[11] اور پھولوں کو سونگھا ہی جاتا ہے۔

اللہ پاک کے آخری صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ کی شفقت صرف اپنے بچوں، بچیوں، نواسوں اور نواسیوں کے ساتھ ہی خاص نہ تھی بلکہ دیگر مسلمانوں کے بچے بھی شفقتِ مصطفےٰ کی خوب خوب برکتیں پاتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ہمارے پاس تشریف لایا کرتے تھے، میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کی کنیت ابو عمیر تھی، اس نے ایک چڑیا پال رکھی تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا، وہ چڑیا مر گئی، پھر ایک دن سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تشریف لائے، اسے غمگین دیکھ کر وجہ پوچھی، عرض کی گئی: اس کی چڑیا مر گئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: یَا اَبَا عُمَیْر! مَا فَعَلَ النُّغَیْر یعنی اے ابو عمیر! نُغَیْر نے کیا کیا ہے؟[12]

اسی مضمون کی ایک حدیث کے تحت مراۃ المناجیح میں لکھا ہے: حضور کو خبر تھی کہ چڑیا مر گئی پھر بھی پوچھ رہے ہیں کہ چڑیا کیا ہوئی۔ (مزید فرمایا کہ) بچوں سے خوش طبعی کرنا ان کا دل بہلانے کے لیے جائز ہے۔[13]

اسی طرح جو صحابہ کرام جنگوں میں شہید ہو جاتے تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اُن کے گھر تشریف لے جاتے اور اُن کے بچوں سے شفقت و محبت کا اظہار فرماتے اور انہیں اپنی پرورش میں لے لیتے تھے۔

بیٹیوں پر شفقتِ مصطفےٰ زمانۂ جاہلیت میں لوگ بیٹیوں سے نفرت کرتے اور انہیں زندہ دفن کر دیتے تھے۔ افسوس! زمانہ جاہلیت کے کچھ اثرات ہمارے معاشرے میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض لوگ بیٹیوں کی پیدائش کو نحوست تصور کرتے ہیں حالانکہ بیٹیاں تو اللہ پاک کی رحمت ہیں اور انہیں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاں بیٹی پیدا ہو اور وہ نہ تو اسے زندہ دفن کرے نہ حقیر سمجھے اور نہ ہی اس پر بیٹے کو فضیلت دے تو اللہ پاک اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔[14]

بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کی طرف متوجّہ ہو جاتے، پھر اپنے پیارے پیارے ہاتھ میں اُن کا ہاتھ لے کر اُسے بوسہ دیتے پھر اُن کو اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے۔[15]

پھل عنایت فرماتے بچوں کو چونکہ پھل پسند ہوتے ہیں، لہٰذا جب نیا پھل خدمتِ اقدس میں لایا جاتا تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اسے آنکھوں اور ہونٹوں پر رکھ کر دعا فرمانے کے بعد چھوٹے بچے کو دے دیا کرتے تھے۔[16]

بچوں کی تربیت کا انداز پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سارے

جہاں کی طرف معبوث ہوئے ہیں، لہٰذا ایک طرف آپ صحابہ کرام اور صحابیات کو علمِ دین کی باتیں بتاتے تو دوسری طرف ان کے بچوں کی تربیت بھی فرماتے۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے میرے بچے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو۔ یہ تم پر اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔[17]

حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بچپن میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پرورش میں تھا، (کھاتے وقت) میرا ہاتھ پیالے میں گھومتا تھا (یعنی ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا)۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو اور سیدھے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) اُس کے بعد سے میرا کھانا سیدھے ہاتھ سے ہوتا رہا۔[18]

حبشی بچوں کی حوصلہ افزائی جامع صغیر میں ہے کہ بچوں کا بچپن میں شرارت اور کھیل کود کرنا جوانی میں ان کے عقل مند ہونے کی علامت ہے۔[19] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عید کے دن کچھ حبشی بچے ڈھال اور نیزوں سے کھیل کود کر رہے تھے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے حبشی بچو! کھیلتے رہو تاکہ یہود و نصاریٰ جان لیں کہ ہمارے دین میں وسعت ہے۔[20] لیکن خیال رہے کہ ہر کھیل جائز نہیں ہوتا، اس لئے بچوں کو صرف جائز کھیل کھیلنے کی اجازت دی جائے، ناجائز کھیل کی طرف تو رخ بھی نہ کرنے دیا جائے۔

شفقت و محبت کا نتیجہ انسان جو دوسروں کے لیے کرتا ہے پھر وہی اپنے لیے بھی پاتا ہے۔ اگر بچوں سے محبت کی جائے تو وہ مانوس ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ انصار کی بچیوں نے جس والہانہ انداز میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا یقیناً وہ اپنی مثال آپ ہے، ان بچیوں کے وہ خوبصورت اشعار آج بھی ہمارے دلوں کے سکون کا باعث ہیں۔ آمدِ سرکار پر خوشیوں کے ترانے صرف انصاری بچیوں کی زبانوں پر نہیں تھے، بلکہ مرحبا کہتے ہوئے قبیلۂ بنی نجار کی لڑکیاں بھی گلی کوچوں میں یوں خوشی کا اظہار کر رہی تھیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ | يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

یعنی ہم قبیلہ بنو نجار کی بچیاں ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہمارے کیسے اچھے پڑوسی ہیں![21]

اللہ پاک ہمیں پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے سچی محبت عطا فرمائے اور آپ کی سیرتِ مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے بچوں پر شفقت اور اِن کی اچھی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

بنتِ محمد انور
(اجتماع ذمہ دار، جمعرہ سٹی فیصل آباد)

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ آپ جس طرح بڑوں کے لئے رحمت ہیں اِسی طرح بچوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ اللہ پاک قرآنِ مجید میں فرماتا ہے: وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (پ17، الانبیاء:107) ترجمہ: اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔

حضور بچوں پر شفقت فرماتے، انہیں اپنے پاس بلاتے، ان کے سر پر محبت سے اپنے مبارک ہاتھ پھیرتے اور ان کے لئے دعا فرماتے۔ جب ننھے ننھے بچے آپ کی خدمت میں لائے جاتے تو آپ انہیں اپنی گود میں لے لیتے اور خوب پیار فرماتے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن ہِشام رضی اللہ عنہ کی والدہ زینب بنتِ حمید اُنہیں لے کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعائے برکت سے نوازا۔[22] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کسی کو نہ دیکھا جو بال بچوں پر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے زیادہ مہربان ہو۔[23] انہی سے روایت ہے کہ حضور لوگوں میں سب سے اچھے اخلاق والے تھے، حضور نے مجھے ایک دن کسی کام کے لئے بھیجا، میں نے کہا: اللہ پاک کی قسم! میں نہ جاؤں گا اور دل

میں یہ تھا کہ اس کام کے لئے جاؤں جس کا مجھے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حکم دیا۔ چنانچہ میں روانہ ہو گیا یہاں تک کہ میں کچھ بچوں پر گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ اچانک حضور نے پیچھے سے میری گردن پکڑی۔ فرماتے ہیں: میں نے حضور کو دیکھا، آپ مسکرا رہے تھے، فرمایا: اے اُنیس! کیا تم وہاں جا رہے ہو جہاں جانے کا میں نے تم کو حکم دیا تھا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! جا رہا ہوں۔[24]

کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

حسنین کریمین پر شفقت حضور کو اپنے نواسوں حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما سے بے حد محبت تھی اور آپ ان پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے پوچھا گیا: اہلِ بیت میں آپ کو کون زیادہ پیارا ہے؟ ارشاد فرمایا: حسن و حسین۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے: میرے پاس میرے بچوں کو لاؤ پھر انہیں سونگھتے تھے اور اپنے سے لپٹاتے۔[25] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور انہیں کیوں نہ سونگھتے! وہ دونوں تو حضور (صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے پھول تھے۔ پھول تو سونگھے جاتے ہیں، انہیں سینے سے لگانا انتہائی محبت و پیار کے لئے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کو سونگھنا، ان سے پیار کرنا، انہیں لپٹانا چمٹانا سنتِ رسول ہے۔[26]

زمانہ جاہلیت میں بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، مگر حضور کی آمد کے بعد یہ بُری رسم ختم ہو گئی، کیونکہ حضور بچیوں پر بھی انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ،

اُمِّ خالد پر شفقت اُمِ خالد بنتِ خالد بن سعید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں کچھ کپڑے لائے گئے جن میں کالی چھوٹی سی کملی بھی تھی۔ فرمایا: اُمِّ خالد کو لاؤ۔ چنانچہ انہیں گود میں اٹھا کر لایا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے وہ کملی اپنے ہاتھوں میں لی اور انہیں پہنا کر فرمایا: پُرانی کرو اور پھاڑو۔ اس میں ہرے یا پیلے بوٹے تھے تو فرمایا: اے اُم خالد! یہ بہت اچھے ہیں۔[27] فرماتی ہیں: میں حضور کی مہرِ نبوت سے کھیلنے لگی، مجھے میرے والد نے ڈانٹا تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔[28]

خیال رہے کہ حضور کی قمیص کا گریبان سینے پر نہ تھا بلکہ گردن کے دونوں طرف چاک تھے جن میں ایک ایک بٹن لگا تھا وہ بٹن اکثر کھلے رہتے تھے۔ اُمِّ خالد نے اپنا ننھا سا ہاتھ ان چاکوں کے اندر ڈال دیا اور مہرِ نبوت شریف کو مس کرنے لگی۔ کاش! وہ پورے، وہ اُنگلیاں ہم کو ان کی زیارت میسر ہوتی تو ہم چوم کر آنکھوں سے لگاتے۔

ہوتے صدقے کبھی ناقہ کے کبھی محمل کے
ساربان کے کبھی ہاتھوں کی بلائیں لیتے
دشتِ طیبہ میں ترے ناقہ کے پیچھے پیچھے
دھجیاں جیب و گریبان کی اڑاتے جاتے[29]

اللہ کریم ہمیں بھی بچوں پر شفقت و محبت کرنے اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مبارک طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 مسلم، ص1086، حدیث:6701 ملخصاً 2 مراۃ المناجیح، 2/516 3 مسلم، ص 134، حدیث:662 4 بخاری، 3/546، حدیث:5469 ملتقطاً 5 نام رکھنے کے احکام، ص16 6 مسلم، ص975، حدیث:6027 7 مراۃ المناجیح، 6/545 8 جامع صغیر، ص140، حدیث: 2321 9 ترمذی، 5/429، حدیث:3799 10 ابن ماجہ، 1/97، حدیث:144 11 بخاری، 2/547، حدیث:3753 12 ابوداود، 4/381، حدیث:4969 13 مراۃ المناجیح، 6/494 14 مستدرک، 5/248، حدیث:7428 15 ابوداود، 4/454، حدیث:5217 16 دعوات کبیر، ص234، حدیث:463 17 ترمذی، 4/320، حدیث:2707 18 بخاری، 3/521، حدیث: 5376 19 جامع صغیر، ص335، حدیث:5413 20 کنز العمال، 8/92، جزء:15، حدیث:40610 21 دلائل النبوۃ للبیہقی 2/508 22 الاصابہ، 4/217، رقم:5022 23 مسلم، ص974، حدیث:6026 24 مسلم، ص972، حدیث:6015 25 ترمذی، 5/428، حدیث:3797 26 مراۃ المناجیح، 8/478 27 بخاری، 4/56، حدیث: 5823 28 مشکاۃ المصابیح، 2/360، حدیث:5781 29 مراۃ المناجیح، 8/46



شرح سلامِ رضا

بنتِ اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

117

حسنِ مجتبیٰ سیدُ الاسخیاء
راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: سید الاسخیاء: سخیوں کا سردار۔ **راکب:** سوار۔ **دوش:** کندھے۔

مفہومِ شعر: نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے مبارک کندھے پر سواری کرنے والے سخیوں کے سردار نواسۂ رسول حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پر لاکھوں سلام۔

شرح: آئندہ تین اشعار میں راکبِ دوشِ رسول حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت و عظمت اور آپ کے باکمال اوصاف پر سلامِ عقیدت پیش کیا گیا ہے، لہٰذا اسی مناسبت سے یہاں آپ کا کچھ ذکرِ خیر کیا جاتا ہے۔

حضرتِ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گلشن کے مہکتے پھول راکبِ دوشِ رسول حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادتِ باسعادت 15 رمضان المبارک 3 ہجری کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ آپ شکل و صورت میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے آپ کی والدہ حضرت فاطمہ آپ کو لوری دیتے ہوئے فرماتی تھیں: صدقے جاؤں! اس کی صورت تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے ملتی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں ملتی۔[1]

حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم آپ سے بے حد محبت فرماتے اور آپ کو کبھی اپنی آغوشِ شفقت میں لیتے تو کبھی مبارک کندھے پر سوار فرماتے۔ ایک مرتبہ حضور آپ کو اپنے مبارک کندھے پر بٹھا کر باہر تشریف لائے تو کسی نے دیکھ کر کہا: صاحبزادے! آپ کی سواری کیسی اچھی ہے تو ارشاد فرمایا: سوار بھی تو کیسا اچھا ہے۔[2]

118

اوجِ مہرِ ہُدیٰ موجِ بحرِ ندیٰ
روح روحِ سخاوت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: مہرِ ہُدیٰ: ہدایت کا سورج۔ **موج:** لہر۔ **بحر:** سمندر۔ **ندی:** سخاوت۔

مفہومِ شعر: رشد و ہدایت کے سورج کی بلندی، سخاوت کے سمندر کی لہر اور سخاوت کی روح کی خوشبو یعنی امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پر لاکھوں سلام۔

شرح: امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نہایت رحم دل، سخی، عبادت گزار اور عفو و درگزر کے پیکر تھے۔ فجر کی نماز کے بعد طلوعِ آفتاب تک ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور مسجد میں موجود لوگوں سے دینی مسائل پر گفتگو فرماتے۔ جب سورج بلند ہو جاتا تو چاشت کے نوافل ادا فرماتے پھر اُمَّہاتُ المومنین رضی اللہ عنہن کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔[3] آپ نے (مدینے شریف سے مکے شریف) پیدل چل کر 25 حج ادا فرمائے۔[4]

آپ کا ایک نمایاں وصف آپ کی سخاوت و فیاضی بھی ہے۔ یوں تو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی طرح اہلِ بیتِ نبوت کا ہر فرد ہی سخی تھا مگر ان میں آپ کو خاص حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرما دیتے تھے۔[5] آپ

صدقہ و خیرات بھی کثرت سے فرماتے، یہاں تک کہ دو مرتبہ اپنا سارا مال اور تین مرتبہ آدھا مال راہِ خدا میں صدقہ فرمایا۔[6]

119

شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبی
چاشنی گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: شہد خوار: شہد کھانے والا۔ **لُعاب:** تھوک مبارک۔ **چاشنی گیر:** چکھنے والا۔

مفہومِ شعر: حضور کے تھوک مبارک کو چوس کر آپ کی پارسائی کی مٹھاس پانے والے امام حسن پر لاکھوں سلام۔

شرح: شہد خوارِ لعابِ زبانِ نبی: آپ کی ولادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے آپ کے کان میں اذان[7] کہی اور اپنے تھوک مبارک سے گھٹی دی۔[8]

حضور شفقت سے اپنے نواسوں کو گلے لگاتے، چومتے اور پیار کرتے۔ جب وہ بھوک و پیاس سے نڈھال ہوتے تو آپ اپنی زبانِ اقدس ان کے منہ میں رکھ دیتے جس سے انہیں سکون حاصل ہوتا، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم حضور کے ساتھ سفر میں تھے کہ آپ نے حسن و حسین کے رونے کی آواز سنی، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یہ کیوں روتے ہیں؟ عرض کی: پیاس کی وجہ سے۔ آپ نے انہیں بلوا کر سینے سے لگایا اور اپنی زبان ان کے منہ میں ڈال دی، انہوں نے چوسا اور خاموش ہو گئے۔[9]

ایک روایت میں ہے: عاشوراء کے دن حضور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کو طلب فرماتے اور ان کے منہ میں تھوک مبارک ڈال کر فرماتے: رات تک انہیں دودھ نہ بھی پلاؤ تو کوئی حرج نہیں[10] اور واقعی تھوک مبارک کی برکت سے انہیں رات تک دودھ کی حاجت نہ پڑتی۔

کبھی کبھار حضور خود بھی امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہونٹ اور زبان چوستے تھے، جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور کو دیکھا کہ آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہونٹ اور زبان چوستے ہیں۔ جو ہونٹ و زبان حضور نے چوسے ہوں اس سے دوزخ کی آگ بہت دور رہے گی۔[11]

120

اس شہیدِ بلا شاہِ گلگوں قبا
بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: بلا: مصیبت۔ **گلگوں:** گلاب جیسا۔ **بیکس:** لاچار۔ **دشتِ غربت:** بے وطنی۔

مفہومِ شعر: میدانِ کربلا میں بے کسی اور بے وطنی کی حالت میں جس کو بے دردی سے شہید کر کے ان کے لباس کو انہی کے خون سے رنگا گیا اس صبر و استقامت کے پہاڑ مظلوم اور بے کس امام عالی مقام پر لاکھوں سلام۔

شرح: اس شہیدِ بلا: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت 5 ماہِ شعبان 4 ہجری کو مدینے شریف میں ہوئی۔ آپ کا نام **حسین** رکھا گیا۔ آپ کی کنیت **ابو عبدُ اللہ** اور القاب **سِبطُ رسولِ اللہ** (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے نواسے) اور **رَیْحَانَۃُ الرَّسُوْل** (رسولِ خدا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے پھول) ہیں۔

امامِ عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیدا ہوتے ہی آپ کی شہادت کی خبر بھی دے دی گئی تھی اور ہر شخص جانتا تھا کہ آپ کربلا میں شہید کیے جائیں گے، چنانچہ حضرت عبدُ اللہ بنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہمیں اور کثیر اہلِ بیت کو کوئی شک نہ تھا کہ امام حسین کربلا میں شہید ہوں گے۔[12]

آپ نے دس محرمُ الحرام 60 ہجری کو میدانِ کربلا میں باطل کو خاک میں ملا کر جامِ شہادت پیا۔

---

1 مسند امام احمد، 44/20، حدیث: 26422 2 ترمذی، 5/432، حدیث: 3809 3 تاریخ ابنِ عساکر، 13/241 4 سیر اعلام النبلاء، 4/387 5 تاریخ ابنِ عساکر، 13/245 6 تاریخ ابنِ عساکر، 13/243 7 معجم کبیر، 1/313، حدیث: 926 ملتقطاً 8 البدایۃ والنہایہ، 5/519 9 معجم کبیر، 3/50، حدیث: 2656 10 دلائل النبوۃ، 6/226 ماخوذاً 11 مراۃ المناجیح، 8/461 12 مستدرک، 4/175، حدیث: 4879



مدنی مذاکرہ

حج کب فرض ہوا؟

سوال حج کب فرض ہوا؟ کیا اسلام سے پہلے بھی لوگ مکہ مکرمہ میں بیتُ اللہ کے طواف کے لیے آتے تھے؟

جواب حج 9 ہجری میں فرض ہوا۔[1] حج فرض ہونے سے قبل بھی کعبہ شریف کا طواف کیا جاتا تھا یہاں تک کہ کفّار بھی کعبہ شریف کا طواف کرتے تھے اور ان کا انداز یہ ہوتا تھا کہ وہ ننگے ہو کر تالیاں اور سیٹیاں بجاتے ہوئے طواف کرتے تھے۔[2]

سفرِ حج سے متعلق خریداری میں بھاؤ کم کروانا کیسا؟

سوال سفرِ حج سے متعلق خریدی جانے والی چیزوں میں بھاؤ کم کروانا کیسا ہے؟

جواب سفرِ حج سے متعلقہ چیزوں میں بھاؤ کم نہ کروانا افضل ہے۔[3] حجاج کو چاہیے کہ افضل پر عمل کریں اور سفرِ حج سے متعلقہ چیزوں کی خریداری کرتے ہوئے بھاؤ کم نہ کروائیں اگرچہ بیچنے والا خوش فہمی کا شکار ہو کر مسکرائے کہ میں نے اسے مہنگے داموں بیچ کر ٹھگ لیا ہے حالانکہ یہ بیچنے والے کی بھول ہے، چونکہ سفرِ حج کے متعلق خریداری ہے اور وہ بھی پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مبارک گلیوں میں اس لیے یہاں ٹھگا جانا بھی قبول ہے۔

مجھے زہر دینے والے بڑے کم نظر ہیں آقا | تیرے نام پر پلاتے تو کچھ اور بات ہوتی

اگر کوئی زیادہ کرایہ مانگے تو حجاج کو چاہیے کہ بحث نہ کریں اور اپنا یہ ذہن بنائیں کہ جہاں لاکھوں روپے خرچ کیے وہاں سو پچاس زیادہ خرچ کر دینے سے فرق نہیں پڑے گا۔ پھر حرمین طیبین میں نیکی کے کام میں خرچ کرنے کا ثواب بھی اپنے وطن کے مقابلے میں زیادہ ہے کہ حرم میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے ایسے ہی ایک گناہ کا عذاب بھی ایک لاکھ ہے۔[4] اس کے علاوہ حرمین طیبین کے مساکین پر خرچ کرنے کو بھی اپنے لیے سعادت سمجھیں بلکہ ہو سکے تو ان سے مہنگے داموں اشیا خریدیں۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کسی فقیر (یعنی غریب و محتاج) سے کوئی چیز خریدے تو اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ زیادہ رقم کو برداشت کرے اور آسانی پیدا کرے، اس صورت میں بھی یہ احسان کرنے والا قرار پائے گا۔[5] لہٰذا ہر جگہ بال کی کھال اتارنے کے بجائے رضائے الٰہی پانے کے لیے غریبوں سے مہنگے داموں میں بھی خریداری کر لینی چاہیے مثلاً کوئی شخص 100 روپے کی چیز بیچ رہا ہے اور وہی چیز کوئی غریب 250 میں بیچ رہا ہے تو اس نیت سے غریب سے 250 میں خرید لی جائے کہ ہو سکتا ہے صبح اس غریب کے گھر میں ناشتے کے لیے کچھ نہ ہوا ہو اور وہ بھوکا آیا ہو لہٰذا میں اس سے مہنگے داموں خرید لیتا ہوں تاکہ وہ اور اس کے بچے دوپہر میں کوئی عمدہ کھانا کھا سکیں۔ مہنگے داموں خریدتے ہوئے بیچنے والے کو یہ نہ کہا جائے کہ تم زیادہ دام بتا کر مجھے بیوقوف بنا رہے ہو حالانکہ میں سب سمجھتا ہوں اور میں صرف اللہ پاک کی رضا حاصل کرنے کے لیے تم سے مہنگے داموں خرید رہا ہوں کہ اس طرح کہنے سے اس کی دل آزاری ہو سکتی ہے بلکہ بھولے بھالے اور انجان بن کر خریدیں اس سے اس کا دل خوش ہو جائے گا۔[6]

روضۃ الجنۃ میں جانے کے لیے دوڑنا کیسا؟

سوال جب مسجدِ نبوی شریف میں روضۃ الجنۃ کا دروازہ کھولا جاتا ہے تو انتظار میں کھڑے لوگ وہاں جگہ پانے کے لیے دوڑتے ہیں تو ایسا کرنا کیسا؟

جواب روضۃ الجنۃ میں جگہ پانے کے لیے مسجدِ نبوی شریف میں مردوں یا عورتوں کا دوڑنا سخت بے ادبی ہے اس لیے کہ مسجد میں دوڑنا یا زور سے قدم رکھنا جس سے دھمک پیدا ہو منع ہے۔[7] جب عام مساجد میں بھی اس طرح چلنے کی ممانعت ہے تو مسجدِ نبوی شریف کے آداب تو اور زیادہ ہیں لہٰذا وہاں اس طرح دوڑنا کہ دھکم پیل اور شور شرابا ہو تو یہ سخت بے ادبی ہے۔ روضۃ الجنۃ میں جگہ پانا یقیناً سعادت مندی ہے لیکن اس کے لیے اگر مسجد میں بھاگنا پڑے، مسلمانوں کے درمیان دھکم پیل اور ایذا رسانی اور شور شرابا ہوتا ہو تو اب یہ سعادت نہیں بلکہ گناہ کا کام ہو جائے گا۔ اس لیے مساجد کو ان کاموں سے بچانے کا حکم ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: اپنی مسجدوں کو جھگڑے اور شور شرابے سے محفوظ رکھو۔[8] پہلے کے دور میں خانہ کعبہ کا دروازہ عوام کے لیے بھی کھولا جاتا تھا، یقیناً اس میں داخلہ مل جانا بڑی سعادت کی بات تھی لیکن فقہائے کرام نے وہاں بھی یہ قیودات لگائیں کہ اگر بآسانی داخلہ مل جائے تو بہتر ورنہ دھکم پیل کر کے نہ داخل ہو۔ جیسا کہ بہارِ شریعت میں ہے: کعبہ معظمہ کی داخلی (داخل ہونا) کمال سعادت ہے اگر جائز طور پر نصیب ہو۔ محرم میں عام داخلی ہوتی ہے مگر سخت کشمکش رہتی ہے۔ کمزور مرد کا تو کام ہی نہیں، نہ عورتوں کو ایسے ہجوم میں جرأت کی اجازت، زبردست (طاقتور) مرد اگر آپ ایذا سے بچ بھی گیا تو اوروں کو دھکے دیکر ایذا دے گا اور یہ جائز نہیں، نہ اس طرح کی حاضری میں کچھ ذوق ملے۔[9] ساری مسجدِ نبوی شریف ہی نزولِ رحمت کا مقام ہے لہٰذا روضۃ الجنۃ میں جگہ نہ ملے تو کہیں بھی عبادت کر لیجئے۔ اگر خاص روضۃ الجنۃ کی ہی برکتیں پانا چاہیں تو ایسے اوقات یا مہینوں کا انتخاب کیجئے جس میں وہاں زیادہ رش نہ ہو مثلاً حج اور رمضان المبارک کے علاوہ وہاں زیادہ رش نہیں ہوتا۔ انتظامیہ کو بھی چاہیے کہ اس طرح خاص وقت میں دروازہ کھول کر مسجد کی بے ادبی کے اسباب پیدا نہ کرے۔ ویسے بھی مسجدِ نبوی شریف ساری رات ہی کھلی رہتی ہے لیکن اس کے باوجود انتظامیہ کا روضۃ الجنۃ کا دروازہ کھول کر بھگدڑ مچوانا سمجھ میں نہیں آتا۔[10]

عورتوں کے لیے طواف کی احتیاطیں

سوال دورانِ طواف بعض عورتوں کا مردوں سے اختلاط سے بچنے کا ذہن نہیں ہوتا، اس کا حل ارشاد فرما دیجیے۔

جواب دورانِ طواف بعض عورتیں بڑی بے باکی کے ساتھ مردوں کے درمیان گھس جاتی اور دھکے مارتے ہوئے آگے نکل جاتی ہیں۔ ایسا وہ کرتی ہیں جن کا غیر مردوں سے جسم چھو جانے سے بچنے کا بالکل ذہن نہیں ہوتا، بلکہ اجنبی مردوں سے ہاتھ ملانا بھی ان کے نزدیک کوئی عیب ہی نہیں ہوتا۔ ایسی عورتیں بازاروں میں بھی مردوں کی بھیڑ میں گھسنے کی عادی ہوتی ہیں، بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ انہیں دھکے مارتے ہوئے آگے نکل جاتی ہیں چنانچہ جب یہ حج یا عمرہ کی سعادت پاتی ہیں تو وہاں بھی ذہن نہ ہونے کے سبب مردوں سے ٹکراتی ہیں۔ دورانِ طواف پردہ کر بھی لیا تو وہ بھی برائے نام ہوتا ہے کیونکہ کلائیاں کھلی ہوتی ہیں، بالخصوص حجرِ اسود کا استلام کرتے وقت جب ہاتھ اٹھاتی ہیں تو کلائیوں سے کپڑا ہٹ جاتا ہے حالانکہ غیر مردوں کے سامنے کلائیاں کھولنا حرام ہے۔[11] اگر فرض طواف یعنی طواف الزیارہ کے دوران ستر کا کوئی حصّہ مثلاً اسلامی بہن کی کلائی کا چوتھائی حصہ کھل گیا اور اسی حال میں پورا یا اکثر طواف کر لیا تو اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم واجب ہو گا۔[12] جبکہ نفل یا سنّت طواف کے دوران ایسے ہوا تو اعادہ نہ کرنے کی صورت میں صدقہ دینا واجب ہو گا۔[13] مسائل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہوتا ہے۔[14]

---

1 دُرِّ مختار، 3/517 2 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/115 3 فتاویٰ رضویہ، 17/128 4 مرآۃ المناجیح، 1/147 5 احیاء العلوم، 2/103 6 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/117 7 ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص318 8 ابنِ ماجہ، 1/415، حدیث:750 9 بہارِ شریعت، 1/1150، حصہ:6 10 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/143 11 فتاویٰ رضویہ، 22/247 ماخوذاً 12 بہارِ شریعت، 1/1176، حصہ:6 ملتقطاً 13 لُباب المناسک، ص354 14 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/148



بیٹیوں کو آدابِ زندگی سکھائیں

اُمِّ میلاد عطاریہ*

مشہور مُفَسِّرِ قراٰن حضرت علّامہ احمد بن محمد قُرطُبی رحمۃُ اللہِ علیہ نَقل فرماتے ہیں: ہم پر فرض ہے کہ اپنی اَولاد اور اپنے اہلِ خانہ کو دِین کی تعلیم دیں، اچّھی باتیں سکھائیں اور ضروری ادب و آداب کی تعلیم دیں۔ (تفسیر قرطبی، پ29، التحریم، تحت الآیۃ:6، 9/148)

یوں تو اولاد بیٹا ہو یا بیٹی اس کی پرورش اور تربیت نہایت اہم کام ہے۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ بیٹی کی اچھی تعلیم و تربیت کا مطلب ہے ایک خاندان کی تعلیم و تربیت۔ آج کی بیٹی کل بیوی، بہو، ماں اور پھر ساس کی صورت میں ہو گی۔ لہٰذا آج اس بیٹی کی تربیت پر بھرپور توجہ دینا ضَروری ہے تاکہ کل جب یہ خود کسی کی ماں بنے تو اپنی اولاد کی بہترین تربیت سے غفلت کی مرتکب نہ ہو کیونکہ آگے چل کر ایک بیٹی نے ہی نئی نسل کو نہ صرف جنم دینا ہے بلکہ اس کی پہلی تربیت گاہ بھی اسی کی گود ہو گی۔ جو اس کی عادات ہوں گی وہ اس کے بچوں میں بھی منتقل ہوں گی۔ لہٰذا بیٹیوں کی پرورش میں بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

انہیں اچھی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت، آدابِ زندگی، سلیقہ مندی، صبر اور برداشت جیسے تمام امور بچپن ہی سے سکھائے جائیں کیونکہ جو بات بچپن میں سکھائی جاتی ہے جڑ پکڑ لیتی ہے۔

اگر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو بیٹی کی پرورش کے حوالے سے کئی طرح کے آدابِ زندگی بیان کئے گئے ہیں۔ نہ صرف اپنی ذات سے متعلق آدابِ زندگی سکھانا ضروری ہیں بلکہ خاندان اور معاشرے سے متعلق آدابِ زندگی بھی تربیت کا حصہ ہونے چاہئیں۔

صفائی ستھرائی کے آداب:

ذات سے متعلق آداب میں پاکیزگی و طہارت کو ایک مسلمان کی زِندَگی میں جو اہمیت حاصِل ہے اس سے انکار ممکن نہیں۔ جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: ﴿وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ(۱۰۸)﴾ ترجَمۂ کنزالایمان: اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

(پ11، التوبۃ: 108)

اس کے لئے شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کی مایہ ناز کتاب ”اسلامی بہنوں کی نماز“ تو بیٹیوں کی زندگی کا لازمی نصاب ہونی

چاہئے۔

پاکیزگی سے صرف کپڑوں کا صاف ہونا ہی مراد نہیں بلکہ دل کی صفائی بھی مراد ہے، اس لئے کہ نَجاست صرف بدن یا کپڑوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ باطِن کی صفائی بھی شریعت کو مطلوب ہے کیونکہ جب تک باطِن پاک نہ ہو عِلمِ نافع (نَفْع بخش عِلْم) حاصِل نہیں ہوتا اور نہ ہی انسان علم کے نور سے روشنی پاسکتا ہے، لہٰذا بیٹی کی پرورش کے دوران والدین پر لازم ہے کہ وہ بیٹی کے ظاہر کی پاکی وطہارت کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے باطن کی پاکیزگی پر بھی بھرپور توجہ دیں تاکہ اس کا دل بُری صِفات سے پاک رہے۔ مثلاً حسد، تکبر، ریاکاری، عجب وخود پسندی، جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ، امانت میں خیانت، بدعہدی وغیرہ کے دنیا و آخرت میں نقصانات سے خوب آگاہ کریں تاکہ بیٹی ان ہلاک کر دینے اور جہنّم میں لے جانے والے گناہوں سے بچ سکے۔

اس کیلئے امیرِ اہلِ سنّت کی کُتب "کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب"، "غیبت کی تباہ کاریاں" اور "فیضانِ سنّت" کے تمام ابواب نیز مکتبۃُ المدینہ کی کتاب "باطنی بیماریوں کی معلومات" لازمی پڑھائیں۔

رشتوں کے متعلق آداب:

خاندان سے مُتَعَلِّق آداب بھی سکھائے جائیں اس سے مراد وہ آداب ہیں جو ایک مَضْبُوط اور خُوشحال خاندان کی بَقا کے لئے اِنْتِہائی ضَروری ہیں۔ مثلاً وَالِدَین کا اَدَب واِحترام اور دیگر چھوٹوں بڑوں کے ساتھ حُسنِ سُلوک، صِلہ رحمی (رِشتہ داروں سے اچھے سُلُوک) کی فضیلت اور قطعِ تعلقی کی مَذمّت وغیرہ۔ ان آداب کے بجالانے کی بنا پر ایک بیٹی خاندان بھر کی آنکھوں کا تارا بن جاتی ہے، لہٰذا والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی پرورش میں ذَرّہ بھر کوتاہی نہ ہونے دیں اور بچپن ہی سے اس کی اسلامی تربیّت کا اہتمام کریں۔

بچے بالخصوص بیٹیاں چونکہ والدین سے دیگر رشتے ناطوں کی پہچان سیکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی سیکھتی ہیں کہ ان کے والدین اپنے قرابت داروں سے کس طرح پیش آتے ہیں، لہٰذا اگر آپ اپنے بعض قرابت داروں سے صِلۂ رحمی کے بجائے قطع تعلقی کر لیں گے یا اُن کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کریں گے تو ان کے ذہنوں سے ان رشتوں کا تقدس خَتْم نہیں تو کم ضَرور ہو جائے گا، لہٰذا خود بھی صلہ رحمی کا اہتمام کیجئے اور اپنی بیٹی کو بھی یہ بات خوب باور کرا دیجئے۔

معاشرے سے متعلق آداب:

اسلامی معاشرے سے متعلق آداب اور بنیادی خدوخال سرورِ کائنات صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کی زبانِ حق ترجمان سے بیان ہوئے ہیں ان آداب پر بھی تربیت کریں۔ ایک اِسلامی وفلاحی مُعاشَرے کی بَقا کیلئے اِنتہائی ضَروری ہے کہ اس کے اَفراد کی تربیّت پر بھرپور توجہ دی جائے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس کا آغاز ماں کی گود سے ہو تاکہ زِنْدَگی بھر بچے پر اس تربیّت کے اَثرات رہیں۔ اس تَناظُر میں بیٹی کی بہترین پرورش کی اَہمیّت مزید بڑھ جاتی ہے کیونکہ اگر آج اس کی تربیّت میں کوئی کمی رہ گئی تو اس کا اِزالہ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا۔

ہمیں چاہئے کہ کبھی بھی بیٹی کی پرورش میں اس کی دینی تربیت سے کوتاہی نہ برتیں، اسے معاشرتی بُرائیوں کی قباحتوں سے کماحقہ آگاہ کریں تاکہ وہ ان سے بچ سکے۔ اپنی بیٹیوں کو نیک سیرت بی بیوں اور صحابیات کے واقعات سنا کر ان کی سیرت پر چلنے کا درس دیں، اس کی برکت سے بچیوں کے دل میں ان کی محبت پیدا ہوگی اور وہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے تیار ہوں گی۔



اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری مدنی

لے پالک بچے سے حرمت کا رشتہ کیسے قائم ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے بچہ گود لیا، بچے کی عمر دو سال سے کم ہے اب بڑے بھائی کی بیوی اُس لے پالک بچے کو اپنی بہن کا دودھ پلانا چاہتی ہے۔ آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس صورت میں بچہ گود لینے والی عورت کا اُس بچے سے حرمت کا رشتہ قائم ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! پوچھی گئی صورت میں بچہ گود لینے والی عورت کا اُس بچے سے حرمت کا رشتہ قائم ہو جائے گا، کیونکہ یہ عورت اُس بچے کی رضاعی خالہ کہلائے گی اور رضاعی خالہ بھی اُسی طرح حرام ہوتی ہے جیسے نسبی خالہ حرام ہوتی ہے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہی رشتے رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

البتہ یہ مسئلہ ضرور ذہن نشین رہے کہ اگرچہ ڈھائی برس کے اندر دودھ پلانے سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، مگر عورت کا دو سال کی عمر کے بعد بچے کو دودھ پلانا ناجائز و حرام ہے، لہٰذا عورت کا بچے کو دودھ پلانے میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

رضاعت سے حرمت سے متعلق بخاری شریف میں نبی پاک صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمان کچھ یوں مذکور ہے: ”الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة۔“ یعنی جو عورتیں نسبی رشتے کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں اس نوعیت کی عورتیں رضاعت سے بھی حرام ہو جاتی ہیں۔ (بخاری، 2/764- رد المحتار مع الدر المختار، 4/393- فتاوی رضویہ، 11/516، 517ملتقطاً- بہار شریعت، 2/34)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

نماز کی سنتوں کے دوران ناپاکی کے دن آگئے تو نماز کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ مسئلہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ نفل نماز کے دوران ماہواری آگئی، تو وہ نماز فاسد ہو گئی اور بعد میں پاکی کے ایام میں اس نفل نماز کی قضا کرنی ہو گی۔ سوال یہ ہے کہ ان نفل نمازوں میں، سنتیں بھی شامل ہیں یا نہیں؟ شرعی رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت کے مطابق جس طرح نفل ادا کرتے وقت ماہواری شروع ہو جائے تو نفل کی دوبارہ قضا کرنا، پاکی کے ایام میں ضروری ہوتا ہے، اسی طرح سنتیں ادا کرتے وقت بھی جب حیض آگیا، تو اس سے سنتیں فاسد ہو جائیں گی اور ان کی بھی قضا کرنا لازم ہو گی۔ کیوں کہ نفل شروع کرنے سے واجب ہو گئے تھے سنتوں کا بھی یہی معاملہ ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار، 2/574- تبیین الحقائق، 1/234- بہارِ شریعت، 1/456)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم



اُمُّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہُ عنہا

(تیسری و آخری قسط)

گزشتہ سے پیوستہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی دوسری مقدس بیوی ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہُ عنہا کا ذکر جاری ہے، ان کا اور ان کے خاندان کا مختصر تعارف، نیز ان کی حضور سے نکاح کی حکمتوں کا ذکر ہو چکا ہے، آیئے! اب ان کے متعلق مزید جانتی ہیں: امام ذَہبی رحمۃ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: سیدہ سَودہ رضی اللہُ عنہا بڑی شان، شریف طبیعت اور بھاری جسم والی تھیں۔[1] آپ عورتوں کی سردار تھیں۔[2] آپ بہت ہی دین دار، سلیقہ شعار اور خدمت گزار خاتون تھیں۔[3]

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صِدّیقہ رضی اللہُ عنہا آپ کی اچھی خوبیوں کو دیکھ کر آپ پر بہت زیادہ رشک کرتیں[4] اور فرمایا کرتیں: میں نے ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی جس کے طریقے پر ہونا مجھے حضرت سَودہ بنتِ زمعہ رضی اللہُ عنہا کے طریقے پر ہونے سے زِیادہ محبوب ہو۔[5]

البدایہ و النہایہ میں ہے: اُمُّ المومنین حضرت سَودہ رضی اللہُ عنہا بہت زیادہ روزے رکھنے اور بہت زیادہ عبادت و ریاضت کرنے والی خاتون تھیں۔[6] آپ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ان 9 بیویوں میں شامل تھیں جو نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے انتقال کے وقت آپ کے پاس موجود تھیں۔[7]

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنے دن اور رات کی باری اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہُ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔[8] جبکہ اَلاِصابہ فی تمییز الصحابہ میں لکھا ہے کہ آپ نے حضور کی محبت میں ایسا کیا تھا۔[9] لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے آپ کو چھوڑ دیا تھا، بلکہ دیگر بیبیوں کی طرح آپ کو بھی حضور برابر اخراجات عطا فرمایا کرتے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ آپ نے خیبر میں ان کو 80 وسق کھجور اور 20 وسق جَو عطا کئے۔[10]

ہجرتِ حبشہ حبشہ کی جانب دو ہجرتیں کی گئیں: پہلی ہجرت پانچ بعثتِ نبوی کو ہوئی، اس میں 12 صحابہ کرام اور 5 صحابیات شامل تھیں۔ جبکہ دوسری ہجرتِ حبشہ بعثتِ نبوی کے پانچویں سال کے آخر یا چھٹے سال کے شروع میں کی گئی، اس ہجرت میں 83 صحابہ کرام، 11 قرشی اور سات غیر قرشی صحابیات نے شرکت کی۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ذکر کی گئی تعداد سے زائد تھی۔[11]

حضور کے ساتھ خوش طبعی بھرا انداز ہنس مکھ، ہنستا ہنساتا چہرہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا دکھائی دیتا ہے۔ سیدہ سودہ رضی اللہُ عنہا بھی ہنس مکھ تھیں اور کبھی کبھی ایسی بات کر جاتیں کہ جس سے نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم خوش ہو کر مسکرا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر سیدہ سودہ رضی اللہُ عنہا نے نبیِ کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم سے عرض کی: کل رات جب میں آپ کے پیچھے نماز ادا کر رہی تھی تو آپ اتنی دیر تک رکوع میں رہے کہ مجھے اس بات کا خطرہ لاحق ہوا کہیں میری نکسیر نہ پھوٹ جائے اور خون بہنے لگے، بس اسی خیال سے میں اپنی ناک پکڑی رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم یہ سن کر مسکرا دیئے۔[12]

حضور کی حضرت سَودہ رضی اللہُ عنہا کے ساتھ خوش طبعی اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: میں نے

حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے حَرِیرہ (گوشت اور آٹے سے تیار کردہ ایک کھانا) تیار کیا اور آپ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم میرے اور حضرت سودہ رضی اللہُ عنہا کے درمیان تشریف فرما تھے۔ میں نے حضرت سودہ رضی اللہُ عنہا سے بھی کھانے کا کہا، لیکن انہوں نے منع کر دیا، میں نے کہا: کھا لیجئے ورنہ میں آپ کے چہرے پر مَل دوں گی۔ انہوں نے پھر انکار کیا تو میں نے حریرہ میں اپنا ہاتھ ڈالا اور ان کے منہ پر مَل دیا، حضور صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم مسکرانے لگے اور اپنے ہاتھ سے حریرہ اُٹھا کر حضرت سودہ رضی اللہُ عنہا کو دیا اور فرمایا: تم بھی اس کے چہرے پر مَل دو۔ حضور نے اس وقت خوشی کا اظہار فرمایا۔[13]

عنایتِ مصطفےٰ سیدہ سودہ رضی اللہُ عنہا کی زندگی کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ انہیں اللہ و رسول کی رضا کے علاوہ اور کچھ بھی نہ چاہئے تھا، چنانچہ اگر کبھی آپ حضور کی خدمت میں کچھ عرض کرتیں تو حضور ضرور کرم فرماتے، جیسا کہ مسلم شریف کی ایک حدیثِ پاک میں سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: مزدلفہ کی رات سیدہ سودہ نے حضور سے اجازت مانگی کہ وہ حضور سے پہلے منیٰ چلی جائیں تاکہ لوگوں کے رش سے پہلے نکل جائیں، چونکہ یہ بھاری جسم والی تھیں، لہٰذا حضور نے ان پر خصوصی نظرِ کرم کرتے ہوئے انہیں اجازت عطا فرمادی اور یہ حضور کے لوٹنے سے پہلے ہی روانہ ہو گئیں جبکہ ہم صبح تک ٹھہرے رہے اور حضور کے ساتھ واپس آئے۔ فرماتی ہیں: اگر میں بھی حضرت سَودہ کی طرح حضور سے اجازت مانگ لیتی اور آپ کی اجازت سے چلی جاتی تو یہ میرے لئے اس سے بہتر تھا جس سے میں خوش ہو رہی تھی۔[14]

اللہ و رسول کے حکم پر عمل کا انداز آپ حضور کے فرامین کو دل و جان سے تسلیم کرتیں اور ان پر عمل کرنا ہی اپنی زندگی کا مقصد جانتیں۔[15] مثلاً حجۃ الوداع کے سال جب حضور نے اپنی مقدس بیویوں سے فرمایا کہ یہ حصر کا ظہور ہے (یعنی اب حج کرنا واجب نہیں)۔ تو حضور کے بعد دیگر امہات المومنین تو حج کیا کرتیں مگر آپ اور سیدہ زینب حج نہ کرتیں۔[16] بلکہ جب آپ سے عرض کی گئی کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ حج کرتی ہیں نہ عمرہ؟ تو آپ نے جواب دیا: میں نے حج بھی کر لیا ہے اور عمرہ بھی۔ اللہ پاک نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں گھر میں رہوں۔ خدا کی قسم! میں دوبارہ گھر سے نہیں نکلوں گی۔ راوی کا بیان ہے: خدا کی قسم! وہ اپنے دروازے سے باہر نہ آئیں یہاں تک کہ وہاں سے آپ کا جنازہ ہی نکالا گیا۔[17]

ایثار و سخاوت اُمُّ المومنین حضرت سَودہ رضی اللہُ عنہا نہایت کریم و سخی خاتون تھیں، اللہ پاک نے آپ کو سخاوت کی نعمت سے بھی بہت نوازا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہُ عنہ نے آپ کے پاس درہموں سے بھرا ہوا ایک بڑا سا تھیلا بھیجا۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کہا: درہم۔ اس پر آپ نے حیران ہوتے ہوئے فرمایا: کھجوروں کی طرح اتنے بڑے تھیلے میں! پھر آپ نے یہ سب درہم راہِ خدا میں تقسیم فرمادیئے۔[18]

مروی احادیث حدیث کی مشہور و رائج کتابوں میں ان کی روایت کی ہوئی پانچ حدیثیں موجود ہیں جن میں سے ایک حدیث بخاری شریف میں بھی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت یحییٰ بن عبدُ الرحمن رضی اللہُ عنہما نے ان سے احادیث روایات کی ہیں۔[19]

وِصال ایک قول کے مطابق آپ کا وِصال ماہِ شوّالُ المکرّم 54 ہجری کو حضرت امیر مُعاویہ رضی اللہُ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینے شریف میں ہوا۔[20]

---

1 سیر اعلام النبلاء، 3/513 2 تاریخ اسلام للذہبی، 3/288 3 جنتی عورت، ص 481 4 شرح زرقانی، 4/380 ماخوذاً 5 مسلم، ص592، حدیث:3629 6 البدایہ و النہایہ، 5/225 7 السیرۃ النبویۃ، 4/579 8 بخاری، 2/174، حدیث:2593 9 اصابہ، 8/196، رقم:11363 10 طبقات ابن سعد، 8/45 11 سیرت سید الانبیاء، ص 97 تا 98 12 طبقات ابن سعد، 8/54 13 مسند ابی یعلی، 4/88، حدیث:4459 14 مسلم، ص516، حدیث:3118 15 شرح زرقانی، 4/380 ماخوذاً 16 اسد الغابہ، 7/139 17 تفسیر در منثور، 6/599 18 طبقات ابن سعد، 8/45 19 سیرتِ رسولِ عربی، ص605 20 طبقات ابن سعد، 8/46



اللہ پاک کی ذات پر بھروسا

اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ پاک کے حکم سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو زمینِ حرم میں چھوڑ کر آئے، اس وقت وہاں کوئی آبادی تھی نہ کوئی چشمہ اور نہ پانی کا کوئی اور ذریعہ۔ آپ کے پاس صرف تھوڑی سی کھجوریں اور پانی تھا، اس کے باوجود آپ صبر و شکر کرتے ہوئے اللہ پاک کی رضا پر راضی رہیں اور کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائیں۔ آپ کو اللہ پاک کی ذات پر مکمل بھروسا تھا کہ وہ ربِّ رحیم انہیں ضائع نہیں فرمائے گا۔ جب آپ کے پاس موجود پانی ختم ہو گیا اور پیاس کی شدت بڑھی، نیز صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلق شریف بھی پیاس سے خشک ہو گیا تو آپ پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑیں کہ شاید کوئی نظر آجائے (جو پانی دے سکے) یہاں تک کہ اس خشک زمین میں زمزم کا چشمہ ظاہر ہو گیا۔[1]

آج ہم میں سے کئی خواتین ایسی ہیں جنہیں زندگی میں مختلف قسم کے پریشان کن حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً کسی کو بیٹیوں کی شادی کی فکر ہوتی ہے تو کسی کو مہنگائی کے سبب گھر کے اخراجات پورے کرنے کی ٹینشن، کسی کو شوہر یا بیٹے کی بے روزگاری کی وجہ سے پریشانی کا سامنا ہوتا ہے تو کسی کو اپنا گھر نہ ہونے کے باعث کرائے کے گھر میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

الغرض اس طرح کے حالات میں خواتین مستقبل کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہوتی رہتی ہیں اور اس وجہ سے نہ صرف اپنی صحت خراب کر کے کئی امراض میں مبتلا ہو جاتی ہیں، بلکہ ان کے مزاج میں بھی چڑچڑاپن آجاتا ہے۔ مالی تنگی یا بیٹیوں کی شادی کے خرچوں وغیرہ کی وجہ سے کچھ تو فرض زکوٰۃ ادا کرنے میں بھی ٹال مٹول سے کام لیتی ہیں، جبکہ بعض تو فرض ہونے کے باوجود حج کی ادائیگی سے بھی محروم رہتی ہیں۔ یوں اپنی پریشانیوں میں دنیاوی و اخروی اعتبار سے مزید مشکلات کا اضافہ کر لیتی ہیں۔ حالانکہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس دنیا کا نظام چلانے والی ذات ربِّ کائنات کی ہے، جو رحیم و کریم اور وھّاب و رزاق ہے، تمام معاملات اسی کے دستِ قدرت میں ہیں، لہٰذا ہمیں اس رب کریم پر بھروسا کرتے ہوئے بلاوجہ کی سوچوں اور خیالوں سے بچ کر اپنا معاملہ اللہ پاک کے حوالے کر کے مطمئن ہو جانا چاہئے کہ وہ ربِّ کریم کاموں کی بہترین تدبیر فرمانے والا ہے۔

البتہ جائز اسباب و ذرائع اختیار کرنے میں حرج نہیں، ضرور اختیار کیجئے لیکن بھروسا صرف رب کائنات کی ذات پر رکھ کر خواہ مخواہ کی ٹینشن لینے سے بچئے۔ آنے والے کل کے بارے میں سوچ سوچ کر اپنا آج خراب نہ کیجئے، کیا معلوم کہ جس کل کے بارے میں سوچ سوچ کر ہم ٹینشن میں مبتلا ہیں، اس کل میں ہم موجود ہی نہ ہوں یا ماحول ہی تبدیل ہو چکا ہو! لہٰذا اس دنیاوی کل کی فکر میں گھلنے کے بجائے اس اخروی کل کی فکر کیجئے جو یقینی ہے اور اس میں نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔ اللہ پاک ہمارے معاملات پر رحمت کی نظر فرمائے اور ہمیں اپنی ذات پر مکمل بھروسا کرنے اور فکرِ آخرت کی نعمت نصیب فرمائے۔ اٰمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

[1] تفسیر طبری، 7/462 ماخوذاً



شادی کی تاریخ رکھنا

بنتِ منصور عطاریہ مدنیہ
سمن آباد لاہور

جب لڑکے لڑکی والے اپنے اپنے طور پر شادی کی ضروری تیاریاں کر لیتے ہیں تو شادی کی تاریخ فائنل کرنے کے لئے کسی مناسب دن کا انتخاب کر کے جمع ہوتے ہیں۔ بظاہر تو یہ دو گھروں کے بڑوں کے درمیان طے ہونے والا معاملہ ہوتا ہے مگر افسوس! اب یہ معاملہ بھی رسم کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور اس دن کے حوالے سے مختلف علاقوں اور برادریوں کے معاملات و معمولات و رسومات وغیرہ بھی مختلف ہیں۔ بعض اسے بھی شادی کی ایک اہم تقریب سمجھتے ہیں تو بعض کے ہاں سادگی و آسانی والا معاملہ ہی دیکھا جاتا ہے، الغرض ہر ایک کا اپنا اپنا انداز ہے۔ لہٰذا شادی کی تاریخ سے متعلق اس عنوان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (1) پُر تکلف تقریب (2) اس تقریب سے متعلق معاملات اور (3) رسومات۔

پُر تکلف تقریب کا اہتمام

شادی کی تاریخ طے کرنے کے لیے مل بیٹھنا دراصل ایک سنت کی ادائیگی کا وقت طے کرنا ہے جو کہ ایک اچھا اور نیک کام ہے۔ اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ اگر کیا جائے تو یقیناً ڈھیروں ثواب کا بھی باعث ہو گا۔ لہٰذا ہونا تو یہ چاہیے کہ مل بیٹھ کر مشاورت سے تاریخ فائنل کر لیں مگر اس کے بجائے آج اپنی لاج رکھنے، شان بڑھانے یا پھر لوگوں کی زبان کے چسکے پورے کرنے کے لیے پُر تکلف تقریب کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں دونوں طرف سے بڑی تعداد میں لوگ بلائے جاتے ہیں اور مہنگے مہنگے تحائف کا تبادلہ ہوتا ہے گویا شادی کی تاریخ نہیں رکھی جارہی بلکہ شادی ہو رہی ہو۔ ☆ بعض خاندانوں میں تو اس موقع پر باقاعدہ 50 سے 100 افراد تک بلائے جاتے ہیں اور سب کے لیے کھانے کا بندوبست لڑکی والوں کے سر ہوتا ہے، اس کے علاوہ ایک بڑا تھال اور اس کے ساتھ چاول، چاندی کے رنگ کی مٹھائی اور پھلوں کے ٹوکرے دینے کا رواج بھی ہے۔ ☆ بعض علاقوں میں اس موقع پر شریک تمام مہمانوں کو لڑکے والوں کی طرف سے ایک ایک کلو چینی اور کچھ مخصوص رقم پیش کی جاتی ہے۔ جبکہ ☆ بعض علاقوں میں مخصوص مٹھائی مثلاً آگرے سے تعلق رکھنے والوں میں کھوئے کے لڈو وغیرہ دینے کا رواج ہے۔ ☆ بعض مقامات پر تاریخ لینے کے لیے لڑکے کی طرف سے آنے والے تمام مہمانوں کو عمدہ قسم کے سوٹ یا پھر مردانہ شال دی جاتی ہے اور ساتھ میں اپنی حیثیت کے مطابق کچھ رقم بھی پیش کی جاتی ہے، اس کے علاوہ کم از کم پانچ سے دس کلو مٹھائی اور مہمانوں کو کھانا کھلانے کے علاوہ کھانا پارسل بھی دیا جاتا ہے یعنی اس تقریب میں خرچ کی تمام ذمہ داری لڑکی والوں کی ہوتی ہے۔ اس تقریب پر بے جا خرچ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اکتوبر 2017 میں ایک درمیانے گھرانے میں شادی کی تاریخ طے کرنے کی تقریب ہوئی جس میں اڑھائی مَن (یعنی 100 کلو) گوشت کا قورمہ تیار کیا گیا۔

☆ بعض علاقوں میں لڑکے والے دلہن والوں کے ہاں مٹھائی، دلہن کے کپڑے، چوڑیاں اور دیگر چیزیں لے کر آتے ہیں اور وہاں موجود دولہا دلہن کے سبھی رشتہ داروں کے لیے کھانے کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔ ☆ عموماً یہ تقریب لڑکی والوں کے ہاں

ہوتی ہے مگر بعض جگہوں پر لڑکے والوں کے ہاں ہوتی ہے اور لڑکی والے تاریخ دینے آتے ہیں، جبکہ بعض کے ہاں والدین کے علاوہ دیگر قریبی رشتہ داروں کے ہاں جانے کا رواج ہے یعنی لڑکی کے والدین گھر پر لڑکی کے ساتھ ہی رکتے ہیں اور پھوپھا پھوپھی، چچا تایا اور بہن بھائی وغیرہ جاتے ہیں۔ ساتھ میں 5 کلو مٹھائی کا ٹوکرا، ساس سسر کا سوٹ، ساس کے لیے ایک اسپیشل پرس جس میں میوہ جات بھرے ہوتے ہیں وہ لے کر جایا جاتا ہے، مزید لڑکے کے لیے کوئی خاص تحفہ اور اکثر چاندی کی انگوٹھی بھیجی جاتی ہے۔ اس صورت میں کھانا لڑکے والوں کی طرف سے ہوتا ہے اور ساتھ میں لڑکی اور گھر پر رہ جانے والوں کے لیے بھی بھیجا جاتا ہے، ساتھ میں کچھ تحائف بھی لڑکی کے لیے بھیجے جاتے ہیں، جیسے مائیوں کا سوٹ، دھانی رنگ کی چوڑیاں، چپل، جیولری، شیشہ، کاجل، سرمہ، کنگھا اور دیگر زینت کا سامان وغیرہ۔ مگر اس میں بھی لڑکی والوں کا بہت خرچہ ہو جاتا ہے۔

☆ بعض گھرانے درمیانی راہ اختیار کرتے ہوئے سادگی کے ساتھ دعائے خیر نامی ایک تقریب منعقد کرتے ہیں جس میں لڑکے والے لڑکی کے ہاں مٹھائی لے کر آتے ہیں اور لڑکی والے ان کو رخصتی کی تاریخ دے دیتے ہیں، پھر لڑکی والے ان کو چائے پانی پیش کرتے ہیں اور اختتام پر برکت کی دعا کی جاتی ہے، اسی کو دعائے خیر کہتے ہیں۔

ہمیں اس معاملے میں اسی طرح کی درمیانی راہ ہی اختیار کرنی چاہیے اور بے جا خرچ سے خود کو بچانا چاہیے کہ اس میں ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے۔

تاریخ کے معاملات

شادی کی تاریخ کا انتخاب لڑکا لڑکی دونوں کے لیے ایک اہم ترین فیصلہ ہوتا ہے جس کی خوشگوار یادیں عمر بھر ان کے ساتھ باقی رہتی ہیں، لیکن اتنا آسان نہیں ہوتا کہ شادی کے لیے یوں ہی اپنی پسند کی کسی تاریخ کا انتخاب کر لیا جائے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری باتوں کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ مثلاً شادی کے مقام، دن اور وقت کا انتخاب، میرج ہال وغیرہ کی بکنگ۔ عموماً شادی کے لیے ایسی تاریخ کو ترجیح دی جاتی ہے جس کے اگلے دن پڑھائی اور کام کاج وغیرہ کی چھٹی ہو تاکہ پڑھائی اور کام کا حرج نہ ہو۔ ان سب چیزوں کو اپنی پسند کے کسی ایک دن پر ممکن بنانا آسان نہیں ہوتا۔

شادی کی تاریخ کے انتخاب میں بعض لوگوں کے کچھ نظریاتی و اعتقادی معاملات بھی ہوتے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض دنوں اور مہینوں کو شادی کے لیے موزوں نہیں جانا جاتا، مثلاً مہینے کی 3، 13 اور 23 تاریخ نیز ماہِ صفر و محرم کو منحوس شمار کیا جاتا اور ان میں شادی وخوشی وغیرہ کے معاملات سے بچا جاتا ہے، نیز ستاروں کی چال کو بھی اس میں بڑا موثر سمجھا جاتا ہے۔ جو لوگ ستاروں کو اہمیت دیتے ہیں وہ قمر در عقرب یعنی جن ایام میں چاند منزلِ عقرب میں ہوتا ہے ان میں کسی بھی مبارک وخوشی والے کام کو بُرا جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب شادی کی تاریخ رکھی جاتی ہے تو اس میں ایک لمبی حجت و تکرار ہوتی ہے کہ فلاں تاریخ ستاروں کی چال کے لحاظ سے مناسب نہیں یا فلاں دن منحوس ہے۔

بعض کے ہاں چاند کا بڑا خیال رکھا جاتا ہے یعنی اگر شوال میں شادی ہے تو تاریخ رمضان میں رکھی جائے ایسا نہ ہو کہ شوال کی یکم کو تاریخ کی رسم ہوئی اور 25 شوال کو شادی ہو رہی ہو، تاریخ کی رسم اور شادی ایک چاند میں نہ آئے۔ بعض لوگ طاق راتوں کا چناؤ اچھا سمجھتے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جاہل عورتوں میں یہ رسم ورواج ہے کہ وہ ذوالقعدہ کے مہینے کو **خالی کا چاند** اور صفر کے مہینے کو **تیرہ تیزی** کہتی ہیں اور ان دونوں مہینوں کو منحوس سمجھتی اور ان میں شادی بیاہ اور ختنہ وغیرہ کو نامبارک جانتی ہیں۔ اسی طرح ہر مہینے کی 3، 13، 23، 8، 18 اور 28 تاریخوں کو منحوس سمجھ کر ان تاریخوں

میں شادی بیاہ اور دوسری تمام تقریبات کرنے کو بہت ہی بُرا اور نحوست والا کام سمجھتی ہیں کچھ جاہل مرد اور عورتیں قمر وعقرب میں شادی بیاہ کو منحوس اور نامبارک مانتے ہیں۔اسی طرح بدھ کے دن کو منحوس سمجھ کر کچھ لوگ اس دن سفر نہیں کرتے۔ کچھ عورتیں ان مہینوں اور تاریخوں کی نحوست سے بچنے کے لئے طرح طرح کے ٹوٹکے کرتی کراتی ہیں۔ کہیں کہیں رواج ہے کہ ہر تیرہویں کو کچھ گھونگنیاں پکا کر تقسیم کرتے ہیں تاکہ اس تاریخ کی منحوسیت سے حفاظت رہے۔ کان کھول کر سن لو اور یاد رکھو! اس قسم کے اعتقادات سراسر شریعت کے خلاف اور گناہ کی باتیں ہیں اس لئے ان اعتقادوں سے توبہ کرنی چاہئے، اسلام میں ہرگز ہرگز نہ کوئی مہینا منحوس ہے نہ کوئی تاریخ نہ کوئی دن۔ ہر مہینا ہر تاریخ ہر دن اللہ پاک کا پیدا کیا ہوا ہے اور اس نے ان میں سے کسی کو منحوس بنایا ہے نہ نامبارک۔ یہ سب اعتقاد مشرکوں، نجومیوں اور رافضیوں کے من گھڑت عقیدوں کی پیداوار ہیں جو جاہل عورتوں میں چل پڑے ہیں۔[1]

کسی عزیز کے اِنتقال کے بعد شادی کب کی جائے؟ خدانخواستہ کسی کا انتقال ہو جائے تو جلد شادی کرنا اچھا نہیں سمجھا جاتا، بلکہ بعض اسے گناہ تصور کرتے ہیں، خواہ اس مرنے والے کی زندگی میں اس کو پوچھتے بھی نہ ہوں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ سوگ صرف تین دن تک ہوتا ہے۔[2] اس کے بعد سوگ منانے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا تین دن کے بعد شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ ہمارے ہاں لوگ کم از کم چالیسویں کے بعد شادی کرتے ہیں۔ اگر تین دن کے بعد فوراً شادی کریں تو خاندان میں باتیں بنیں گی اور مسائل کھڑے ہوں گے، لہٰذا تھوڑا صبر کر لیا جائے، لیکن اگر کسی نے ایسا کر لیا تو کوئی حرج نہیں۔ ہاں! اگر کسی کے ماں باپ کا انتقال ہو گیا تو ایسی صورت میں چہلم تک انتظار کرنا بہتر ہے۔ انتقال کے بعد تین دن کے اندر تو کوئی شادی نہیں کرے گا کیونکہ یہ سوگ کے دن ہیں اور گھر میں صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے، ایسے ماحول میں یہ دُولہا بنے گا تو ظاہر ہے جمے گا نہیں۔ البتہ پھر بھی اگر کسی نے تین دن کے اندر اندر شادی کر لی تو اس کا نکاح درست ہو گا۔ مگر عموماً ایسے کوئی کرتا ہے نہ کبھی سنا گیا ہے اور کرنا بھی نہ چاہیے کہ اس سے لوگ نفرت کی باتیں کریں گے۔

تاریخ رکھنے کی احتیاطیں عموماً ہر ماں اپنی بیٹی کے پیریڈز کی عادت کو اچھی طرح جانتی ہے، لہٰذا تاریخ طے کرتے ہوئے لڑکی یا اس کی ماں کی رائے کو اہمیت دی جائے تاکہ رخصتی کے وقت دلہن کے ایام ماہواری کی وجہ سے شبِ زفاف میں کوئی مسئلہ نہ ہو کہ حالتِ حیض میں جماع حرام ہے۔[3] اب یا تو اس کے سبب شبِ زِفاف کے بعد دعوتِ ولیمہ کرنے کی سنت کا چھوڑنا لازم آئے گا یا پھر حالتِ حیض میں ہمبستری کرنے سے حرام میں مبتلا ہونا لازم آئے گا۔ لہٰذا سب سے پہلے اسی کو مدِّ نظر رکھا جائے۔ نیز شادی کے لیے کسی مبارک دن اور مبارک مہینے کا انتخاب کرنا اچھا ہے۔ بہارِ شریعت میں نکاح کے لیے جمعۃ المبارک کو مستحب دن قرار دیا گیا ہے۔[4]

شادی کے لیے پسندیدہ مہینا اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مجھ سے شوال میں شادی کی اور میری رخصتی بھی شوال کے مہینے میں ہوئی۔ چنانچہ اس روایت کے راوی حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پسند کرتی تھیں کہ مسلمان خواتین کی رخصتی (عید کے مہینے) شوال میں کریں۔[5]

دورانِ تقریب ہونے والی رسومات

چٹھی کی رسم سوا یا ڈھائی میٹر کا ایک اچھی کوالٹی کا کپڑا یا پھر سفید رنگ کا لٹھا لیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ایک اچھے و خاص قسم کا دھاگا لیا جاتا ہے جو کہ عموماً سرخ و نارنجی رنگ کا یا رنگین ہوتا ہے، زردے کا رنگ پانی میں بھگو کر رکھتے ہیں، پھر تاریخ فائنل کر کے ایک صفحے پر لکھتے ہیں کہ فلاں کا بیٹا اور فلاں کی بیٹی ہے، فلاں دن و تاریخ کو فلاں وقت میں اتنے

لوگ شادی کی بارات لے کر آجائیں اور دلہن کو رخصت کر کے لے جائیں، پہلے یہ کاغذ سادہ ہوتا تھا مگر اب خوبصورت اور نئے انداز کے رنگین شیٹ کارڈ استعمال کئے جاتے ہیں اور پھر اسے چٹھی نما ایک لفافے میں بند کر کے ذکر کئے گئے سفید کپڑے میں لپیٹا جاتا ہے، پھر اس پر سات سہاگنیں زرد رنگ میں اپنے انگوٹھے بھگو کر لگاتی ہیں، پھر اس پر مختلف رنگ چھڑک کر رنگین دھاگوں سے باندھ دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد کسی خوبصورت پیکنگ شیٹ یا کپڑے میں لپیٹ کر لڑکے والوں کو دے دیا جاتا ہے اور شادی سے پہلے لڑکا اس کو سب برادری کے سامنے کھولتا اور اس میں جو کچھ لکھا ہو پڑھ کر سناتا ہے۔ اس کے بعد مائیوں کی رسم کی جاتی ہے۔

رنگ لگانے کی رسم تاریخ پکی ہونے کے بعد عورتوں کی چادروں، دوپٹوں اور مرد حضرات کی دستار یا کپڑوں پر تھوڑا تھوڑا لال، ہرا اور پیلا رنگ پھینکا جاتا ہے۔ بعض مقامات پر تاریخ رکھتے وقت لڑکے والوں کے مردوں کے کپڑوں پر رنگ لگایا جاتا ہے چاہے کونے کے کچھ حصہ پر ہی لگایا جائے۔ چونکہ بسا اوقات رنگ پکا ہونے کی وجہ سے کپڑے دوبارہ پہننے کے قابل نہیں رہتے، لہٰذا ایسی رسموں سے بچنا ہی بہتر ہے۔

دلہن کو چادر اور چوڑیاں پہنانا، سر پر ہاتھ پھیرنا اور پیسے دینا

تاریخ طے کرنے کے بعد دلہن کو لڑکے والے چادر اوڑھاتے ہیں، بعض چوڑیاں بھی پہناتے ہیں، پھر سب رشتہ دار محرم و نامحرم دلہن کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور اس کو پیسے دیتے ہیں، سر پر ہاتھ پھیرنا اگرچہ شفقت کا اظہار ہے مگر نامحرموں کا دلہن کے سر پر ہاتھ پھیرنا جائز نہیں۔ نیز اس موقع پر لڑکی کو سب باری باری مٹھائی یا کیک کھلاتے ہیں جبکہ لڑکے کے ہاں تقریب ہو تو اس کو اسپیشل میٹھا پان کھلایا جاتا ہے۔

تاریخ طے ہونے کے بعد گھر سے نہ نکلنے دینا تاریخ طے ہونے کے بعد یہ رواج عام ہے کہ لڑکی گھر سے باہر جائے گی نہ گھر کا کوئی کام کرے گی اور نہ کوئی ٹینشن لے گی بلکہ صرف اور صرف آرام کرے گی کیونکہ اب یہ گھر میں مہمان ہے۔ اس کی ہر فرمائش پوری کی جاتی ہے اور اس سے گھر میں اسپیشل سلوک کیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے! عام دنوں میں بھی بلا وجہ گھر سے نکلنا درست نہیں کہ ایک روایت میں ہے: عورت **عورت** (یعنی چھپانے کی چیز) ہے، جب وہ نکلتی ہے تو اُسے شیطان جھانک کر دیکھتا ہے۔[6] ہاں! اس میں اتنی سختی اختیار کر لینا کہ کسی اہم معاملے کے لیے بھی نکلنے نہ دینا یہ درست نہیں۔

کلاوے کی رسم کلاوہ یہ ہوتا ہے کہ لال اور پیلا دھاگا لے کر اس کے ایک طرف ہلدی باندھتے ہیں اور دوسری طرف سے اتنی گرہ لگاتے ہیں جتنے دن شادی میں باقی ہوں، مثلاً شادی میں 20 دن ہیں تو 20 گرہ لگائیں گے، ایک لڑکی کے دروازے پر لٹکاتے ہیں دوسری لڑکے کے دروازے پر، لڑکا لڑکی روز ایک گرہ کھولتے ہیں، آخر والی میں ہلدی بندھی ہوتی ہے جس دن وہ کھلتی ہے لڑکی کو مایوں بٹھا دیتے ہیں۔

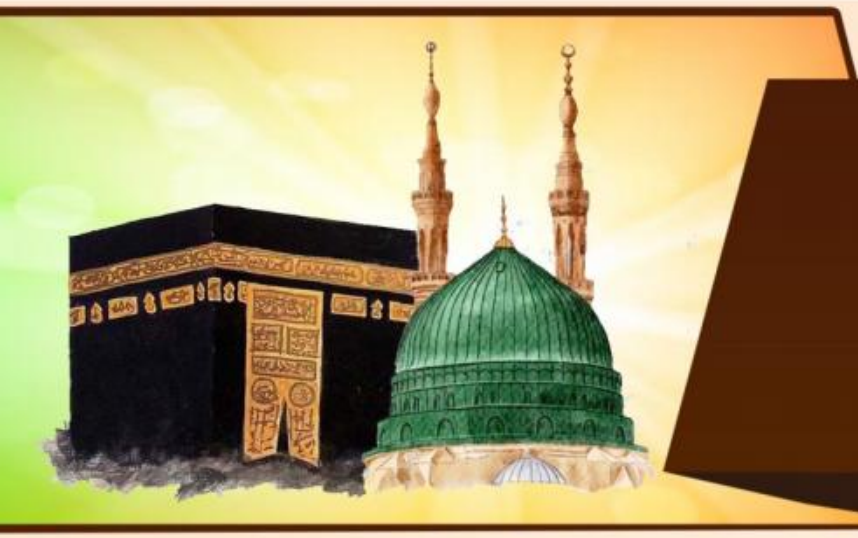
بہر حال اس موقع پر بہت سی فضول رسومات کی جاتی ہیں، حالانکہ ہمیں اس حدیثِ پاک پر عمل کرنا چاہئے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے ہے کہ لایعنی کام کو ترک کر دے۔[7]

بعض خوش نصیب لوگ اس روز ختمِ قرآن اور محفلِ ذکر و نعت خوانی کا اہتمام کرتے ہیں، جو یقیناً سب سے بہترین طریقہ اور نزولِ برکت کا سبب ہے کیونکہ جو لوگ اللہ پاک کے ذکر کے لیے بیٹھیں فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، اللہ پاک کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ اترتا ہے۔[8] اللہ پاک ہمیں بھی اچھا معاملہ کرنے اور بے کار و بے معنی چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 جنتی زیور، ص155 2 بخاری، 1/432، حدیث:1279 3 بہارِ شریعت، 1/382، حصہ:2 4 بہار شریعت، 3/6، حصہ:7 5 مسلم، ص568، حدیث:3483 ملتقطاً 6 ترمذی، 2/392، حدیث:1176 7 ترمذی، 4/142، حدیث:2324 8 مسلم، ص1111، حدیث:6855



عشقِ حقیقی

بنتِ عدنان عطاریہ
طالبہ تخصص فی الفقہ جامعہ حبیبیہ دھوراجی کراچی

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ مضمون 23ویں تحریری مقابلے سے منتخب کرکے ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں)

عشق کے لغوی معنی پھٹ جانے کے ہیں۔ عُرفِ عام میں شدید جذبۂ محبت، گہری چاہت، محبّت اور پیار کو بھی عشق کہتے ہیں۔

عشقِ حقیقی کیا ہے؟ عشق کی دو قسمیں ہیں:
1) عشقِ حقیقی 2) عشقِ مجازی۔

ربِّ کریم سے سچی محبت کرنا اور اس کے علاوہ ہر ایک سے اسی کے لیے محبت کرنا عشقِ حقیقی کہلاتا ہے۔ اسی طرح عشقِ حقیقی یہ ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے سچی محبت رکھی جائے، نیز دنیا سے منہ موڑ کر ربِّ کریم کی طرف لو لگانا، ربِّ کریم کے لیے محبت کرنا اور اسی کے لیے دشمنی رکھنا، اسی کے لیے دینا اور اسی کے لیے روکنا یہ سب عشقِ حقیقی ہی کی صورتیں ہیں۔

اصل عشق عشقِ حقیقی ہی ہے۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِؕ (پ2، البقرۃ:165) ترجمہ: اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

یوں تو ہر مسلمان ہی ربِّ کریم سے عشق و محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر مرتبۂ عشق پر ہر کوئی فائز نہیں ہوتا۔ کیونکہ عشق محبت کا اعلیٰ درجہ ہے اور اصل عشق وہی ہے جس کے تقاضے پورے کیے جائیں۔

ذرا سوچئے! جس عورت کے دل میں عشقِ الٰہی کی آگ روشن ہو کیا وہ ربِّ کریم کی نافرمانیاں کرے گی؟ جبکہ آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ گناہوں میں مبتلا ہیں، دوسروں کی خوشی کے لیے معاذ اللہ رب کی نافرمانیاں کرتے ہیں، یقیناً ان کا یہ عمل عشق کے منافی ہے۔

پھر سوچئے! کیا عشقِ الٰہی رکھنے والی کوئی عورت اللہ پاک کے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سنتوں سے منہ موڑ سکتی ہے؟ کیا عشقِ الٰہی کا دعویٰ کرنے والی ربِّ کریم کے مقدس کلام کو صرف الماری کی زینت بنا کر رکھتی ہے؟ فلمیں ڈرامے دیکھتی ہے؟ دنیا سے دل لگاتی ہے؟ دنیا کی چیزوں کو چاہتی ہے؟

کیا سچی عاشقہ ایسی ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ عشق تو اطاعت کرواتا اور محبوب کو ناراض کرنے والے کام چھڑواتا ہے، لہٰذا حقیقی عاشق تو وہ ہے جو ربِّ کریم کی اطاعت و فرمانبرداری والے کام کرے اور اس کی نافرمانیوں سے بچے۔

امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اُمت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے محبت کرنا فرض ہے۔ (1)

اپنے اندر عشقِ حقیقی پیدا کیجئے۔ وہ ذات جس نے ہمیں وجود بخشا، جس نے ہمیں اتنی نعمتیں دیں، وہ رب جو ہمیں پالنے والا ہے، ہم پر ہماری ماؤں سے بڑھ کر مہربان اور ہر عیب سے پاک ہے۔ کیا اس کے علاوہ بھی کوئی ہو سکتا ہے جس سے عشق کیا جائے؟ دنیاوی لحاظ سے دیکھا جائے تو انسان اس شخص کا غلام بن جاتا ہے اور اس سے محبت کرنے لگتا ہے جس نے

اس پر تھوڑا سا بھی احسان کیا ہو، تو پھر وہ ذات کہ جس نے ہم سب کو وجود بخشا اور ہم پر اتنے احسانات فرمائے کہ ہم ساری زندگی سجدے میں سر رکھ کر بھی اس کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکتیں، اس سے محبت و عشق کیوں نہ کریں! کیا اتنی نعمتوں اور احسانات کے باوجود بھی ہم اس کی محبت کو چھوڑ کر دنیا کی محبت میں لگی رہیں گی؟ اسی کی دی ہوئی نعمتوں سے اس کی نافرمانی کریں گی؟ اسی کے دیئے ہوئے اعضا کے ذریعے گناہوں میں مگن رہیں گی؟

افسوس! آج ہمارا حال بہت بُرا ہوتا جارہا ہے، مسلمان سوزِ عشق سے خالی نظر آتا ہے، حالانکہ عشق ہی سب کچھ ہے اس کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اس زمین پر جہاں عشق کے سوز و ساز سے لاعلم لوگ موجود ہیں وہیں ایسے عشاق کی مثالیں بھی کم نہیں جنہوں نے رضائے خداوندی میں اپنا سب کچھ لٹانے کو بھی خوشی خوشی قبول کر لیا، ذبحِ اسماعیل ہو یا صبر ایوب، طائف کی گلیوں میں آقا کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ستایا جانا ہو یا کربلا کے میدان میں امامِ عالی مقام کا سر کٹانا ان سب واقعات میں عشق ہی کارفرما نظر آتا ہے۔

محبتِ الٰہی کے اُس لازوال و بے مثال واقعے پر نظر دوڑائیں تو یقیناً چشمِ فلک نے تسلیم و رضا اور محبتِ الٰہی کا ایسا شاہکار کبھی نہ دیکھا ہو گا کہ حکمِ ربانی پر حضرت خلیل اپنے عزیز و محبوب بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھیں تو مکے میں ان کو کیا کیا تکلیفیں پہنچائی گئیں! بعض کو جلتے ہوئے کوئلے کے انگاروں پر لٹایا گیا تو کسی کو صحرا کی تپتی ہوئی ریت پر۔ الغرض قسم قسم کی تکلیفوں اور سزاؤں کا سامنا کیا۔ مرد تو مرد بعض مسلمان عورتوں پر اس قدر ظلم و ستم ڈھائے گئے کہ ان کے تصور سے ہی بدن کانپ اٹھتا ہے۔ اگر وہ مکے والوں سے مل جاتے تو وہ ان کی بڑی عزت کرتے کیونکہ وہ ان کی اپنی برادری کے ہی تو تھے، مگر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو مصیبتوں اور مشکلات کے طوفان میں بھی حق پر قائم رکھا؟ بلاشبہ وہ وہی لذت اور خوشی کا چشمہ تھا جو عشقِ الٰہی کی وجہ سے ان کے سینوں میں جاری ہوا تھا۔

لہٰذا ہر مسلمان کو یہی لائق و مناسب ہے کہ عشق صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے کرے، اس کے بعد جس سے بھی عشق ہو تو فقط اللہ و رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لیے ہو، جیسا کہ نبیِّ رحمت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: اللہ پاک کی خاطر کسی سے محبت کرنا اور اللہ پاک ہی کی خاطر کسی سے نفرت کرنا سب سے زیادہ فضیلت والا عمل ہے۔[2]

علّامہ عبد الرءوف مُناوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیثِ پاک کی وضاحت میں فرماتے ہیں: ایسی محبت جس میں اللہ پاک کی رضا مقصود ہو، نمود و نمائش اور نفسانی خواہش کی ملاوٹ نہ ہو افضل اعمال میں سے ہے۔ کسی شخص کا کسی نیک آدمی سے دل کی خوشی کی وجہ سے محبت نہ کرنا بلکہ اُس کے ایمان و عرفان کی وجہ سے محبت کرنا، نیز بُرے آدمی سے ذاتی انتقام کے علاوہ صرف اس کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے نفرت کرنا افضل اعمال میں داخل ہے۔[3]

اے کاش! ہم بھی اللہ پاک کی رضا کی خاطر تمام گناہوں کو چھوڑ کر دنیا کی محبت سے منہ موڑ کر اپنے اندر عشقِ حقیقی کو پیدا کرنے والیاں بن جائیں۔

محبت میں اپنی گما یا الٰہی
نہ پاؤں میں اپنا پتا یا الٰہی
اٰمین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 احیاء العلوم، 5/3
2 ابو داود، 4/264، حدیث: 4599
3 فیض القدیر، 2/36، تحت الحدیث: 1241 ملتقطاً



عشقِ مجازی

ام انس عطاریہ
رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

انسان میں فطری طور پر محبت اور عشق کے جذبات رکھے گئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بچپن میں اسے ماں سے زیادہ کوئی اور محبوب نہیں ہوتا۔ پھر عمر کے ساتھ ساتھ یہ اپنے آس پاس کی چیزوں، جانوروں اور انسانوں کی محبت میں مبتلا ہوتا جاتا ہے، اگر اس فطری میلان کو شریعت کا پابند رکھنے کے بجائے آزاد چھوڑ دیا جائے تو یہ غلط اور ناجائز روپ اختیار کر لیتا ہے، لہٰذا یہ جاننا بے حد ضروری ہے کہ محبت و عشق کی حد کیا ہے، کون سی صورت جائز اور کون سی ناجائز ہے؟

یاد رکھیے! غیر اختیاری طور پر عشقِ مجازی میں مبتلا ہونا گناہ نہیں بلکہ بعض صورتوں میں اس پر ثواب کی خوشخبری ہے، البتہ ثواب پانے کے لیے شریعت کی پیروی ضروری ہے، مثلاً اگر کسی کو اچانک دیکھا مگر اس کی صورت نگاہیں فوراً ہٹا لینے کے باوجود دل میں اس طرح جم گئی کہ پھر جان بوجھ کر اس کا تصور جمایا نہ دیکھنے کا ارادہ کیا، کبھی اس سے ملاقات کی نہ بات، اسے کوئی لیٹر لکھا نہ کبھی کوئی گفٹ بھجوایا، بلکہ اپنی اس حالت کو ایسے چھپایا کہ جسے دیکھا تھا اس تک کو بھی اپنی موت تک پتا نہ چلنے دیا تو وہ شہید ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: جو کسی پر عاشق ہوا اس نے پاک دامنی اختیار کی اور عشق کو چھپایا، پھر اسی حال میں مر گیا تو وہ شہادت کی موت مرا۔[1] آج کل عشقِ مجازی کا جو طوفان چھایا ہوا ہے جس میں فون کال پر گناہوں بھری گفتگو، میل ملاقات، گھومنا پھرنا، گفٹ کا لین دین وغیرہ دراصل یہ عشق نہیں ہوتا بلکہ محبت کی آڑ میں چھپی ہوئی شہوت ہوتی ہے جو کہ گناہوں پر ابھارتی ہے، یہ سراسر ناجائز حرام اور دنیا و آخرت کی بربادی کا سامان ہے۔ پہلے کے دور میں عشق کرنا بہت مشکل تھا کہ نہ کوئی موبائل تھا نہ میسج اور کال کی سہولت، مگر آج بالخصوص موبائل نے یہ سب آسان کر دیا جس کی بدولت معاشرتی بگاڑ بھی زیادہ ہو گیا ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں **جوانی دیوانی ہوتی ہے** کا نعرہ لگا کر عشق لڑاتے، ناجائز رشتے بناتے اور اپنی دنیا و آخرت برباد کرتے ہیں، یہ سب اچھی تربیت نا ہونے اور علمِ دین سے دوری کا نتیجہ ہے۔ عشقِ مجازی چونکہ سب سے پہلے آنکھ سے شروع ہوتا ہے، لہٰذا اسلام نے اس کے قریب جانے کے امکانات کو ہی ختم کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (پ18، النور:31) ترجمہ: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔ یعنی اگر اسلامی احکام پر عمل کر لیا جائے تو یہ راستہ خود بخود بند ہو جاتا ہے۔

عشقِ مجازی کے نقصانات ☆ عشقِ مجازی کے سبب بندہ اللہ پاک کی بندگی سے دور اور عبادت کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے ☆ عاشق ہر وقت معشوق کے خیالات میں رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کی ذہنی صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں اور فیصلہ کرنے کی قوت بھی کمزور ہو جاتی ہے ☆ اظہارِ عشق کے بعد گفٹ کا لین دین مال کو ضائع کرنا ہی نہیں بلکہ ایسے گفٹ رشوت کے حکم میں آتے ہیں۔[2] ☆ فون وغیرہ کے ذریعے گناہوں بھری گفتگو کی جاتی ہے ☆ کسی کام میں دل نہیں لگتا ☆ گھر اور خاندان میں الگ بدنامی ہوتی ہے پھر ساری زندگی کا پچھتاوا ہوتا ہے ☆ ایک عمر گزرنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ نہ ہوتا تو کتنا اچھا تھا! ☆ چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے ☆ والدین بہن بھائیوں کی محبت اور ان کا پیار بھرا انداز بُرا

لگنے لگتا ہے، بلکہ ہر سمجھانے والا اپنا دشمن معلوم ہوتا ہے ☆کچرے کے ڈھیر پر ملنے والے اکثر ناجائز بچے اسی عشقِ مجازی کی پیداوار ہیں ☆عشق میں ناکامی کا انجام بسا اوقات حرام موت یعنی خودکشی ہوتا ہے۔ گویا عشق مجازی میں آگے بڑھنے والی ہر سیڑھی تباہی اور بربادی کی طرف لے جاتی ہے۔

عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی کا باہمی تقابل

عشقِ مجازی	عشقِ حقیقی
☆عقل کو پست کرتا ہے۔	☆عقل کو بلندی عطا کرتا ہے۔
☆گناہ کرواتا ہے۔	☆گناہ سے روکتا ہے۔
☆نیکیوں سے دور کرتا ہے۔	☆نیکیاں کرنے پر ابھارتا ہے۔
☆ذلت کا باعث بنتا ہے۔	☆عزت میں اضافہ کرتا ہے۔
☆دین کو برباد کرتا ہے۔	☆دین کو سربلند کرتا ہے۔
☆رب سے دور کردیتا ہے۔	☆رب تک پہنچادیتا ہے۔
☆دارین کی بربادی کا سبب ہے۔	☆دارین کی کامیابی کا سبب ہے۔
☆معشوق کے ساتھ کسی اور کی محبت قبول نہیں کرتا۔	☆دیگر عاشقانِ حقیقی سے محبت کرنا سکھاتا ہے اور جو اللہ والے نہیں ان کو بھی اللہ والا بنادیتا ہے۔

عشقِ مجازی سے بچنے کے اسباب اور طریقے

☆سچے دل سے توبہ کیجئے اور دعا کیجئے کہ اللہ عشقِ مجازی کو عشقِ حقیقی میں بدل دے ☆نیکوں کی صحبت اپنایئے ☆اگر ہو سکے تو تہجد اور دیگر نفل نمازیں مثلاً اشراق و چاشت اور اوّابین کی پابندی کیجئے ☆فون وغیرہ پر گفتگو کا سلسلہ ہو تو بند کردیجئے، بلکہ نمبر بلاک کردیجئے اور اس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز مثلاً گفٹ اور پکچرز وغیرہ کو بھی اپنے پاس سے ہٹادیجئے ☆فحش لٹریچر اور موبائل کا بے جا استعمال چھوڑ دیجئے ☆مکمل شرعی پردہ اپنایئے، ہو سکے تو ٹوپی والا برقعہ پہنئے ☆اللہ پاک کے محبوب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیجئے کہ جب دل میں حضور کی محبت ہو گی تو عشقِ مجازی خود بخود دم توڑ جائے گا ☆دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول سے وابستہ ہو کر اس کے تحت ہونے والے دینی کاموں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیجئے ان شاء اللہ عشقِ مجازی کا خیال بھی دل میں نہیں آئے گا ☆عشقِ مجازی سے پیچھا چھڑانے کے لئے یہ وظیفہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ تین بار پڑھ کر اول آخر ایک بار درود شریف کے ساتھ پانی پر دم کر کے پی لیجئے، یہ عمل 40 دن تک کیجئے۔ عورت ناپاکی کے دنوں میں نہ کرے، پاک ہو جانے کے بعد جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے گنتی شروع کرے۔ نماز کی پابندی بہت ضروری ہے۔[3] ☆عشقِ مجازی سے جان چھڑانے کے لئے اس حکایت کو بھی پیشِ نظر رکھئے کہ حضرت عبدُ اللہ بن مبارک کو ایک لونڈی سے عشق ہو گیا اور معاملہ کافی لمبا ہو گیا۔ ایک بار سخت سردیوں کے موسم میں آپ اس کے دیدار کے انتظار میں اس کے مکان کے باہر ساری رات کھڑے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی، رات بیکار گزرنے پر دل میں ملامت کی کیفیت پیدا ہوئی اور اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ اس کے پیچھے ساری رات برباد کردی مگر کچھ ہاتھ نہ آیا، کاش! یہ رات عبادت میں گزاری ہوتی! اس تصور سے دل کی دنیا زیر و زبر ہو گئی، آپ نے سچی توبہ کی، لونڈی کی محبت سے جان چھڑائی، اپنے رب سے لو لگائی، تھوڑے ہی عرصے میں ولایت کی اعلیٰ منزل پائی اور اللہ پاک نے اس قدر شان بڑھائی کہ ایک بار آپ کی والدہ ماجدہ آپ کی تلاش میں نکلیں تو ایک باغ میں گلاب کے پودے کے نیچے آپ کو اس طرح سوتا ہوا پایا کہ ایک سانپ منہ میں نرگس کی ٹہنی لیے آپ کے جسم سے مکھیاں اڑا رہا تھا۔[4] اللہ پاک مسلمانوں کو عشقِ مجازی کی تباہی سے بچا کر اپنے حقیقی عشق کی خیرات عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تاریخ بغداد، 13/185، حدیث:7160 2 البحر الرائق، 6/441 3 پردے کے بارے میں سوال جواب، ص343 4 تذکرۃ الاولیاء، 1/166



تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 23ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 245 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور ﷺ کی بچوں پر شفقت	124	عشقِ حقیقی	67	عام مسلمانوں کے 5 حقوق	54

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: مضمون بھیجنے والیوں کے نام: بہاولپور: فیضان آن لائن اکیڈمی: بنت ارشد۔ پاک پتن: غلہ منڈی: بنت اقبال۔ حضرو: بنت محمد ایوب۔ حیدرآباد: عبد الغفار منزل: بنت افتخار۔ فیضان عبد الرزاق: بنت محمد جاوید۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت اشرف۔ فیضان خدیجۃ الکبریٰ: بنت محبوب عالم۔ راولپنڈی: ھدی للناس: بنت واجد حسین۔ رحیم یار خان: فیروزہ: بنت صلاح الدین۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت ارشد، بنت تنویر، بنت احسان اللہ، بنت محمد ندیم مغل، بنت الیاس۔ پاکپورہ: بنت سید ابرار حسین، بنت محمد معراج، بنت میاں محمد یوسف قمر۔ تلواڑہ مغلاں: بنت محمد یاسین، بنت ناصر محمود، بنت طارق، بنت عارف حسین، بنت شہزاد، بنت وسیم علی، بنت جاوید سرور، خوشبوئے مدینہ، بنت محمد شکور، بنت محمد اسلام، بنت محمد ارشد، بنت اللہ دتہ، بنت محمد انور، بنت محمد آصف، بنت ظفر اقبال، بنت نصیر احمد، بنت مدثر اقبال، بنت مظفر، بنت عبد الوحید خان، بنت محمد اسلم، بنت محمد جمیل، بنت افضل، بنت شمس الدین، بنت سجاد، بنت شاہد محمود، بنت غلام عباس، بنت رزاق احمد، بنت رانا محمد نعیم۔ ستراہ: اخت مہتاب۔ شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ علی، بنت محمد اصغر مغل، بنت سلیمان، بنت محمد اقبال، بنت آصف اقبال، بنت عرفان، بنت اورنگزیب، بنت محمد خالد، بنت محمد سلیم، ہمشیرہ ابوسفیان، بنت محمد احسن، بنت محمد جان، بنت محمد خالد، بنت ذوالفقار، بنت سعید، بنت ریحان، بنت راحت علی، ہمشیرہ محمد منیب، بنت محمد اشفاق بھٹی، بنت عبد الماجد، بنت محمد اکرم، بنت محمد مقصود، بنت محمد ندیم میاں، بنت جاوید اقبال، بنت خوشی محمد، ہمشیرہ میر حمزہ، بنت محمد رمضان، بنت محمد عتیق، بنت محمد بشیر، بنت محمد شہباز، بنت یعقوب، بنت خلیل احمد، بنت جہانگیر، بنت کاشف، بنت محمد اشرف، بنت خالد حسن، بنت غلام رسول، بنت محمد نذیر، بنت محمد عرفان، بنت صغیر احمد، بنت محمد بوٹا، بنت ظہیر احمد، بنت بشیر احمد، بنت محمد یعقوب، بنت غلام مصطفی، بنت عبد الرزاق، بنت طاہر محمود، بنت محمد اکرم، بنت عثمان علی، بنت محمد شاہد، بنت راشد محمود، بنت محمد شمس، بنت عبد المجید، بنت خالد محمود، بنت محمد وسیم، بنت اصغر، بنت فضل الٰہی، بنت اختر، بنت محمد ریاض، بنت محمد شبیر، بنت محمد جمیل، بنت تنویر احمد، بنت دلاور، بنت محمد انور، بنت محمد فاروق، بنت ناہید، بنت یعقوب ملک، بنت ارشد، بنت اشرف، بنت اشفاق، بنت اعجاز احمد، بنت اویس، بنت بشیر احمد، بنت تنویر، بنت جعفر حسین، ہمشیرہ محمد آصف یوسف، بنت خالد پرویز، بنت راشد محمود، بنت رزاق بٹ، بنت رضاء الحق باجوہ، بنت رفیق، بنت ذوالفقار علی، بنت شفاقت علی، بنت شمس، بنت طارق محمود، بنت طارق، بنت طاہر، بنت ظہیر احمد، بنت عابد، بنت عارف محمود، بنت عبد القادر، بنت متین سرمد، بنت محمد تنویم، بنت محمد سلطان، بنت محمد سلیم، بنت محمد شفیق، ہمشیرہ احسان الٰہی، ہمشیرہ حسنین، بنت محمد یوسف، بنت ندیم، بنت نواز، ہمشیرہ احمد رضا، اخت دانیال، بنت افتخار احمد، بنت امجد پرویز، بنت بابر حسین، بنت حاجی محمد یوسف، بنت سہیل احمد، بنت شبیر احمد، بنت شفیق الاسلام، بنت شکیل، بنت شہباز احمد، بنت صابر حسین، بنت طارق نذیر، بنت فرید علی، بنت محمد ارشد، بنت محمد اسلم، بنت محمد آصف، ہمشیرہ اسامہ، بنت محمد ایوب وڑائچ، بنت محمد حبیب، بنت محمد خلیل، بنت محمد شریف، بنت محمد شکیل، بنت محمد عارف، بنت محمد عمران، بنت محمد غفور، بنت محمد نعیم، بنت محمود حسین، بنت ناصر، ہمشیرہ بلال حبیب، ہمشیرہ عبد القدوس، ہمشیرہ فیصل الرحمن، ہمشیرہ محمد بلال۔ گلبہار: بنت غلام حیدر، بنت سجاد حسین، بنت نعیم، بنت رمضان، بنت رضوان، بنت طارق محمود، ام میلاد، بنت حاجی شہباز، ام مشکوۃ، بنت ندیم احمد۔ مظفر پورہ: بنت کرم دین، بنت محمد آصف خان، بنت محمد حفیظ، بنت اظہر حسین، بنت مقصود احمد، بنت محمد نواز، بنت عابد حسین، بنت شہباز، بنت شہباز علی، بنت غلام میراں، بنت محمد شہباز، ام الخیر، بنت آصف محمود، بنت عاشق۔ معراج کے: بنت محمد افضل، بنت محمد شفیق۔ ناصر روڈ: بنت امین، بنت ندیم شہزاد۔ نند پور: بنت رمضان احمد، بنت محمد عارف، بنت محمد ندیم، بنت محمد سلیم، بنت محمد صدیق۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت ظفر اسلام۔ شیخوپورہ: فاروق آباد: ام الخیر۔ فیصل آباد: جھمرہ سٹی: بنت محمد انور۔ منصور آباد: چیاں: بنت ارشد محمود، بنت محمد جاوید اقبال۔ کراچی: دھوراجی: بنت محمد الیاس، بنت عدنان۔ فیضان خدیجۃ الکبریٰ: بنت عنایت۔ گجرات: سرائے عالمگیر: بنت عبد الرحمن۔ سراجاً منیراً: بنت محمد یاسر رضا۔ ککرالی: بنت محمد تقی۔ گوجرانوالہ: نوشہرہ روڈ: بنت محمد عاشق حسین۔ لاہور: ناظم آباد: بنت محمد فاروق۔

عام مسلمانوں کے 5 حقوق

بنتِ محمد رفیق (درجۂ خامسہ، فیضانِ اُمِّ عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ)

اسلامی تعلیمات میں تمام مسلمان ایک ملت اور ایک قوم کی طرح ہیں۔ شریعت نے اُخوّت و ہمدردی کو قائم کرنے کے

لیے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کئی حقوق لازم کیے ہیں جنہیں ادا کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ یہاں عام مسلمانوں کے چند حقوق ذکر کیے جارہے ہیں:

(1)ایک دوسرے سے محبت کرنا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: تم جنت میں ہر گز داخل نہیں ہوسکتے جب تک ایمان نہ لے آؤ اور تم (کامل) مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ پھر ارشاد فرمایا: آپس میں سلام کو عام کرو۔[1] ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ ملایا کرو! اس سے کینہ جاتا رہتا ہے اور تحفہ بھیجو! آپس میں محبت ہوگی اور دشمنی جاتی رہے گی۔[2] معلوم ہوا کہ آپس میں ہاتھ ملانے، ایک دوسرے کو سلام کرنے اور تحفہ دینے سے محبت پیدا ہوتی اور نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔

(2)ایک دوسرے سے ہمدردی کرنا ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا ہمدرد ہونا چاہیے اس طرح کہ اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھے اور جہاں تک ہو سکے ضرورت کے وقت اس کا ساتھ دے کہ یہی تعلیمِ نبوی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ نے فرمایا: جس کے پاس اضافی سواری ہے تو وہ اُسے دیدے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس اضافی زادِ راہ ہو تو وہ اُس کو دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ہم نے محسوس کیا کہ ہم میں سے کسی کا اضافی مال پر کوئی حق نہیں ہے۔[3]

(3)ایک دوسرے سے خندہ پیشانی سے ملنا ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے خندہ پیشانی سے اور مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملنا چاہیے۔ جیسا کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: تم نیکی میں سے کچھ بھی حقیر نہ جانو اگرچہ وہ تمہارا اپنے بھائی سے مسکراتے چہرے کے ساتھ ملاقات کرنا ہی ہو۔[4]

(4)مسلمانوں کے لیے نرم دل مسلمانوں کو ایک دوسرے کے لیے نرم دل ہونا چاہیے۔ جیسا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اللہ پاک نے یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ وہ آپس میں نرم دل ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے: رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ (پ26، الفتح:29) ترجمہ: آپس میں نرم دل ہیں۔ اللہ پاک نے مومنوں کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ (پ6، المائدۃ:54) ترجمہ: مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہیں۔ نیز نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! بے شک اللہ پاک نرمی فرمانے والا ہے، نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو سختی پر عطا نہیں فرماتا اور نرمی کے علاوہ کسی بھی چیز پر عطا نہیں فرماتا۔[5] لہٰذا مسلمانوں کو بھی آپس میں نرمی اور عاجزی سے پیش آنا چاہیے نیز سختی، فخر، بڑائی اور تکبر نہیں کرنا چاہیے۔

(5)مسلمانوں کے لیے غائبانہ دعا کرنا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کی غیر موجودگی میں ان کے حق میں بہتری اور بھلائی کی دعا کریں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: مسلمان بندہ اپنے بھائی کیلئے اس کی غیر موجودگی میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: تیرے لئے بھی اس کی طرح ہو۔[6]

الغرض ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسرے مسلمان سے محبت، شفقت، بھلائی سے پیش آئے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائے خیر ہی کرے۔ ان شاء اللہ اس سے ایک دوسرے کے لیے ہمدردی و محبت پیدا ہوگی اور بغض و کینہ ختم ہو جائے گا۔ اللہ پاک ہم سب کو حقوق العباد میں کوتاہی سے محفوظ فرمائے اور آپس میں محبت و ہمدردی پیدا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 مسلم، ص51، حدیث:194 2 موطا امام مالک، 2/407، حدیث:1731
3 ابو داود، 2/176، حدیث:1663 4 مسلم، ص1084، حدیث:6690 5 مسلم، ص1072، حدیث:6601 6 مسلم، ص1121، حدیث:6927



اسلامی بہنوں کی مدنی خبریں

شعبہ دعوتِ اسلامی کے شب و روز

پاکستان بھر میں ماہِ رمضان المبارک میں 20 دن کے فیضانِ تلاوت قرآن کورس کا انعقاد

ماہِ رمضان المبارک میں اسلامی بہنوں کو قرآنِ پاک کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لئے یکم رمضان المبارک سے پاکستان بھر میں 4 ہزار 613 مقامات پر 20 دن کا فیضانِ تلاوتِ قرآن کورس ہوا جس میں 65 ہزار سے زائد اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ روزانہ ڈیڑھ گھنٹے کے سیشن میں مکمل قرآنِ پاک کی تلاوت، منتخب شدہ آیاتِ مبارکہ کی تفسیر، قرآنی واقعات، لیلۃ القدر و صلوۃ التسبیح کے فضائل وغیرہ سمیت مختلف تربیتی مدنی پھول بیان کئے گئے۔ یہ سیشن پاکستان بھر میں وارڈ سطح پر کروایا گیا جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ یہ کورس بیرونِ ملک میں 428 مقامات پر منعقد ہوا جس میں 5 ہزار 376 اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ اگر آپ بھی دعوتِ اسلامی کے تحت ہونے والے مختلف مدنی کورسز کرنا چاہتی ہیں تو اس میل آئی ڈی پر ہم سے رابطہ فرمائیں۔

مزید معلومات کے اس میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں
ib.coursespak@dawateislami.net

میر پور خاص ڈویژن کی ذمہ داران کا مدنی مشورہ

19 اپریل 2024 بروز جمعہ میر پور خاص شہر میں میر پور خاص ڈویژن کی ذمہ داران کا مدنی مشورہ ہوا جس میں میر پور خاص ڈویژن نگران، ڈویژن سطح شعبہ ذمہ داران، ڈسٹرکٹ نگران، تحصیل / ٹاؤن نگران، یو سی ذمہ دار اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ مدنی مشورے میں پاکستان مجلس مشاورت نگران اسلامی بہن نے آٹھ دینی کاموں کے حوالے سے مدنی پھول ارشاد فرمائے اور دینی کاموں کو مزید بڑھانے کی ترغیب دلائی۔ پاکستان مجلس مشاورت نگران اسلامی بہن نے میر پور خاص میں مدرسۃ المدینہ گرلز کا بھی وزٹ کیا اور مدرسے کی طالبات اور عملے کے درمیان **"اتفاق میں برکت ہے"** کے موضوع پر سنتوں بھرا بیان فرمایا۔ پاکستان مجلس مشاورت نگران اسلامی بہن کی میر پور خاص میں دیگر مدنی کاموں میں بھی شرکت رہی۔

جامعۃ المدینہ گرلز بہارِ شریعت نوابشاہ میں سنتوں بھرا اجتماع

17 اپریل 2024ء کو نوابشاہ میں قائم جامعۃ المدینہ گرلز بہارِ شریعت میں سنتوں بھرے اجتماع کا اہتمام کیا گیا جس میں پاکستان مجلس مشاورت ذمہ دار اسلامی بہن نے سنتوں بھرا بیان کیا۔ آخر میں جامعۃ المدینہ کے مدنی عملے، معلمات و ناظمات اسلامی بہنوں کا مدنی مشورہ لیا۔ پاکستان مجلس مشاورت ذمہ دار اسلامی بہن نے نوابشاہ ڈویژن نگران و ڈویژن سطح شعبہ ذمہ داران، ڈسٹرکٹ نگران، تحصیل / ٹاؤن نگران، یو سی نگران اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔

گولڑہ کالونی ترنول زون 2 اسلام آباد میں فیضانِ صحابیات کا قیام

دعوتِ اسلامی ملک و بیرون ملک نیکی کی دعوت کو عام کرنے میں مصروف عمل ہے، اس مقصد کے تحت اسلامی بہنوں کے لئے "شعبہ فیضانِ صحابیات" قائم کیا گیا ہے۔ شعبہ

فیضان صحابیات کا بنیادی مقصد مختلف رہائشی کورسز کے ذریعے خواتین کو فرض علوم اور دینی کام سکھانے کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی، تنظیمی اور روحانی تربیت کرنا اور انہیں اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کا ذہن دینا ہے۔ الحمدللہ خواتین کے لئے بنائے گئے فیضان صحابیات میں تقریباً ہر وقت رہائشی کورسز کا سلسلہ رہتا ہے۔ ان کورسز میں مختلف شعبہ جات (مدرسۃ المدینہ بالغات، نیک اعمال، نگران، شارٹ کورسز، اسپیشل پرسنز اور جامعۃ المدینہ گرلز) اور دیگر عام خواتین کے لیے مختلف رہائشی کورسز بنام فیضانِ نماز کورس، اصلاحِ اعمال کورس، سائن لینگویج کورس، اسلامی زندگی کورس، دینی کام کورس، فیضانِ قرآن کورس، معلمہ مدنی قاعدہ کورس، فیضانِ رمضان اور فرض علوم کورس شامل ہیں۔ خواتین میں دینی کاموں کو مزید آگے بڑھانے کیلئے گولڑہ کالونی ترنول زون 2 اسلام آباد سٹی میں فیضان صحابیات کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، ذمہ دارہ اسلامی بہن کی جانب سے بتایا گیا ہے کہ اس نئے بننے والے فیضان صحابیات میں ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع، مدرسۃ المدینہ بالغات، گلی گلی مدرسۃ المدینہ، قرآن ٹیچر ٹریننگ کورسز، ذمہ داران کے لرننگ سیشن، کفن دفن تربیتی اجتماعات، تنظیمی مدنی مشورے، روحانی علاج کا بستہ اور شارٹ کورسز کے ساتھ ذمہ دار اسلامی بہنوں کیلئے دفاتر بھی قائم کئے گئے ہیں، نئے بننے والے فیضان صحابیات کے آغاز پر بزرگانِ دین کے ایصال ثواب کیلئے لنگر و نیاز کا بھی اہتمام کیا گیا۔

شعبہ نیو سوسائٹی کے تحت پنجاب کے مختلف علاقوں میں نیکی کی دعوت کا سلسلہ

دعوت اسلامی کے شعبہ نیو سوسائٹی کے تحت پنجاب کے مختلف علاقوں میں نیکی کی دعوت کا سلسلہ ہوا جس میں رکن عالمی مجلس مشاورت نے لاہور شمالی ڈسٹرکٹ، لاہور جنوبی ڈسٹرکٹ، گجرانوالہ سٹی، سیالکوٹ سٹی میں دعوت اسلامی کے دینی کاموں کو مزید بہتر انداز میں آگے بڑھانے کیلئے شعبہ سے وابستہ اسلامی بہنوں کی مختلف امور پر رہنمائی کی۔ اس موقع پر نیو سوسائٹیز میں دینی کام کی اہمیت و جائزہ لیتے ہوئے مزید 10 نیو سوسائٹیز میں دینی کام کے آغاز کے اہداف بھی طے کئے گئے۔

مختلف مدنی خبریں

☆5 اپریل 2024 بروز جمعہ پاکستان مجلس مشاورت نگران نے صوبہ پنجاب کی ملتان اور گوجرانوالہ ڈویژن کا مدنی مشورہ لیا جس میں صوبہ پنجاب نگران، گوجرانوالہ و ملتان ڈویژن، ڈسٹرکٹ و میٹروپولیٹن نگران اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ پاکستان نگران نے دینی کاموں کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے ذمہ داران کو مزید اہداف دیئے۔ ☆4 اپریل 2024 بروز جمعرات پاکستان مجلس مشاورت نگران نے شعبہ رابطہ اور شعبہ تعلیم ذمہ داران کے ساتھ مدنی مشورہ کیا جس میں شعبہ جات کی ملک و صوبہ سطح شعبہ ذمہ دار اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ پاکستان نگران نے شعبہ جات کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے اہداف کو جلد مکمل کرنے کی ترغیب دلائی۔ ☆4 اپریل 2024 بروز جمعرات نے شعبہ روحانی علاج ذمہ داران کا مدنی مشورہ ہوا جس میں شعبہ جات کی ملک، صوبہ و ڈویژن سطح شعبہ ذمہ دار، پاکستان مجلس مشاورت اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ پاکستان مجلس مشاورت نگران نے شعبہ جات کی متفرق ماہانہ کارکردگیوں کا جائزہ لیا۔ ☆27 مارچ کو نگران عالمی مجلس مشاورت نے شعبہ جامعۃ المدینہ گرلز کی ملک و بیرونِ ملک ذمہ دار اسلامی بہنوں کے ساتھ مشورہ کیا جس میں دینی کاموں کی مضبوطی اور اہداف کی تکمیل پر گفتگو رہی۔

اسلامی بہنوں کی مزید مدنی خبریں جاننے کے لئے
اس ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے
news.dawateislami.net
شب و روز دعوت اسلامی کے

اسلامی بہنوں کے 8 دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

نیکی کی دعوت کو عام کرنے کے جذبے کے تحت اسلامی بہنوں کے نومبر 2023 کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
انفرادی کوشش کے ذریعے دینی ماحول سے وابستہ ہونے والی اسلامی بہنیں		300180	1062595	1362775
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		35258	19673	54931
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	4705	9184	13889
	پڑھنے والیاں	34978	95858	130836
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماع	تعداد اجتماعات	5108	10782	15890
	شرکائے اجتماع	155482	431338	586820
ہفتہ وار مدنی مذاکرہ سننے والیاں		37569	118934	156503
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		12138	37219	49357
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		147253	825680	972933
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		39715	92100	131815
مدنی کورسز	تعداد مدنی کورسز	114	868	982
	شرکائے مدنی کورسز	2412	17239	19651

26واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے اگست 2024

1. حضور ﷺ کی صحابہ سے محبت
2. دل آزاری
3. اولاد کے 5 حقوق

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 مئی 2024

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات مزنگ لاہور

فیضانِ صحابیات مولا بخش روڈ مزنگ لاہور کا سنگِ بنیاد 2018 میں رکھا گیا۔ خواتین کے اس مدنی مرکز کا باقاعدہ افتتاح 2021 میں دعوتِ اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کے رکن حاجی یعفور رضا عطاری نے فرمایا۔ فیضانِ صحابیات کی اس بلڈنگ کو ایک عاشقِ رسول نے ثواب کی نیت سے عارضی طور پر مدنی مرکز کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہوئی ہے۔ اللہ پاک انہیں دونوں جہاں کی بھلائیاں نصیب فرمائے۔ اللہ کرے کہ وہ خود یا کوئی اور عاشقِ رسول ثواب کی نیت سے یہی بلڈنگ یا کوئی اور بلڈنگ خرید کر مستقل وقف کر دے تاکہ اسلامی بہنوں کی ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس میں توسیع وغیرہ کی جاسکے۔

آفسز کی تعداد الحمد للہ فیضانِ صحابیات مزنگ لاہور کی بلڈنگ میں ان 4 شعبہ جات کے آفسز قائم ہیں: (1) فیضانِ صحابیات (2) فنانس ڈیپارٹمنٹ (3) فیضان آن لائن اکیڈمی (4) جامعۃ المدینہ گرلز۔

فیضانِ صحابیات مزنگ لاہور میں ہونے والے دینی کام

- رہائشی کورسز، اسلامی بہنوں کے مدنی مشورے اور لرننگ سیشنز کا سلسلہ ہوتا ہے، نیز وقتاً فوقتاً علاقے کی اسلامی بہنوں کی سہولت کے پیشِ نظر شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- مکتبۃ المدینہ کی ایک شاپ بھی قائم ہے جہاں سے اسلامی بہنیں اپنی ضرورت کے مطابق دینی کُتب و رسائل خرید فرماتی ہیں۔
- روزانہ صبح 9 تا 11 روحانی علاج کا بستہ لگتا ہے جہاں پر تعویذات، استخارہ اور کاٹ کی مفت سروس مہیا کی جاتی ہے۔
- اتوار کو دن 2 تا 4 اور بدھ کو صبح 11 تا 1 بجے اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار اجتماع ہوتا ہے جس میں اسلامی بہنیں شرکت کی سعادت پاتی ہیں۔
- روزانہ صبح 10 تا 12 مدرسۃ المدینہ بالغات کا بھی اہتمام ہوتا ہے جس میں اسلامی بہنیں درست مخارج کے ساتھ قرآنِ کریم سیکھنے کے علاوہ ضروری دینی مسائل بھی سیکھنے آتی ہیں۔








ib.darulsunnahpak@dawateislami.com